سلسلۂ مشاہیر اسلام

نمبر ۲

ابوبکر شبلی

یعنی

حضرت شیخ ابوبکر دُلف بن جحدر شبلی رحمہ اللہ کے سوانح عمری
آپکا تصوف اور آپکے اخلاق۔ عادات۔ جذبات تعلیمات اور اقوال بلاغت

مؤلفہ

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر مؤلف تاریخ سندھ و تاریخ
ارض مقدس و جنید بغدادی و مصنف ناولہائے ملک العزیز ورجنا
ایام عرب فتح اندلس و فردوس برین وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۹۰۶ء میں
دلگداز پریس لکھنؤ میں چھپکے شائع ہوئی

(کل حقوق محفوظ ہیں)

Dr. ZAKIR HUSAIN LIBRARY
NEW DELHI-25

ڈیڈیکیشن

یوں تو دولت آصفیہ حیدرآباد دکن سے ہر فن اور ہر علم کی سرپرستی کی جاتی ہے مگر عالیجناب یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد پیشکار و مدار المہام سرکار عالی دام اقبالہ کو جو خاص دلچسپی فن تصوف سے اور جیسی عقیدت بزرگان صوفیہ سے ہے اُسکے لحاظ سے مین اپنا فرض تصور کرکے اس کتاب کو بکمال ادب جناب محتشم الیہ کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

خاکسار ـ محمد عبدالحلیم شرر

التماس

سلسلۂ مشاہیر اسلام کا یہ دوسرا نمبر قدردانون کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس مین حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ کے حالات درج ہین ۔ اور امید ہے کہ یہ نمبر پہلے سے زیادہ مکمل ثابت ہوگا ۔

ناظرین کو بادی النظر مین صرف چھپوانے کی دشواریان نظر آتی ہین ۔ اِس بات کا اندازہ نہین ہو سکتا کہ ہر لائف کے مرتب کرنے مین کس قدر ورق گردانی اور دماغ سوزی کرنا پڑتی ہے ۔ پھر اِس پر جب کتابون کے تلاش کرنے اور بہم پہونچانے کی زحمت بھی اضافہ ہو جاتی ہے تو مصنف کے سر ناقابل برداشت بوجھ پڑ جاتا ہے ۔ اگرچہ ہمین ناشکری نہ کرنی چاہیے شمس العلما مولانا شبلی نعمانی ۔ نواب سید علی حسن خان صاحب بہادر ۔ اور مولانا محمد عبدالباری صاحب فرنگی محلی ۔ نے کتابون کے مرحمت فرمانے مین نہایت فیاضی سے کام لیا ہے ۔ لیکن پورا فائدہ اُسی وقت اُٹھایا جا سکتا ہے جب کتاب اپنے کتب خانے مین ہو ۔ اور جب ہمیشہ فرصت کے وقت فراغت و اطمینان سے اُس پر نظر ڈالی جا سکے ۔ الغرض اس سلسلہ کی تکمیل کے لیے ترتیب و تدوین کی محنت اور چھپوانے کے مصارف کے علاوہ خرید کتب کا بھی ایک بہت بڑا بار مصنف کے سر ہے ۔ اور وہ اسی طرح اُٹھایا جا سکتا ہے کہ قدردان اس سلسلے کی اشاعت مین جان و دل اور سچے شوق سے کوشش فرمائین ۔

سب سے زیادہ قابل شکریہ وہ فیاض رؤسا و بزرگان قوم ہین جنھون نے

التوفیقات الالہامیہ مطبع [illegible] مصر [illegible]

کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر در تاریخ [illegible] ابن خلدون مولانا عبد الرحمن بن خلدون مغربی مصنفہ [illegible] مطبوعہ مصر [illegible]۔

عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی المتوفی [illegible] مگر ہمیں اصل کتاب نہیں مل سکی [illegible] ابو منصور بن علی کا [illegible] فارسی [illegible] مطبوعہ [illegible] سے فائدہ اٹھایا گیا۔

تذکرۃ الاولیا مصنفہ شیخ فرید الدین عطار [illegible] اس کا اردو ترجمہ مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ دیکھا گیا اور [illegible] مطبوعہ [illegible] دیکھا جو اس سے فائدہ اٹھایا [illegible] کے صفحات بتائے گئے ہیں اور بعض جگہ اصل فارسی کے جن میں اختلاف [illegible] کیا جاسکتا [illegible]

تذکرۃ [illegible] دولت شاہ بن علاء الدولہ بختی شاہ [illegible] سمرقندی مصنفہ [illegible] مطبوعہ [illegible] ۱۳۰۵ھ

نفحات الانس من حضرات القدس مصنفہ مولانا عبد الرحمن جامی مصنفہ [illegible] مطبوعہ نولکشور پریس [illegible]

گلستان شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی مطبوعہ نولکشور پریس [illegible]

لٹریری ہسٹری آف پرشیا از [illegible] ایڈورڈ جی براؤن ایم اے [illegible] مطبوعہ لندن (انگلستان)

فہرست مضامین

شمار		صفحہ
۱	تمہید۔	۱
۲	ولادت۔ خاندان۔ اور تعلیم۔	[illegible]
۳	سن رشد۔ ملازمت۔ اور دُنیوی اوج عروج۔	۱۰
۴	درس گاہِ معرفت۔	۱۶
۵	پیر اور مرشد۔	۲۱
۶	مزاج خصائل اخلاق و عادات۔	۲۵
۷	محویت۔ اور ذوق و شوق۔	۳۵
۸	الہامات صفائے باطن۔ اور دُنیا کی ادنیٰ ادنیٰ چیز سے عبرت و تأثر۔	۵۳
۹	ذوقِ سخن۔ اور آپ کی شاعری۔	۶۶
۱۰	آپ کے سفر۔	۷۸
۱۱	سماع۔ اور حقیقت حال و قال۔	۸۸
۱۲	تعلیم۔ اور سلسلۂ تلقین۔	۸۷
۱۳	آپ کی کرامات۔	۱۱۴
۱۴	فیض یافتہ جماعت۔	۱۱۸
۱۵	وفات۔	۱۳۲
۱۶	معترفین کمال۔	۱۴۱
۱۷	حکم۔	۱۵۰
۱۸	خاتمہ۔	۱۵۳
۱۹	خاتمۃ الطبع۔	۱۵۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

این طائفہ اند اہل تحقیق   باقی ہمہ خویشتن پرستند
فانی ز خود و بدوست باقی   این طرفہ کہ نیستند و ہستند

تمہید

ہجرت نبوی صلعم کی تیسری صدی کے ربع اخیر مین ایک دن کا واقعہ ہے کہ دارالسلام بغداد دولہن بنا ہوا ہے۔ عباسی خلیفہ امیر المومنین المعتضد باللہ کے کسی جشن کی تیاریان ہو رہی ہین عیش و عشرت کی چہلین ہین۔ اور شان و شوکت کے کرشمے نظر آ رہے ہین۔ تمام والیان ملک شاہی جشن مین شریک ہونے اور نذرین پیش کرنے کے لیے طلب کیے گئے ہین جو حاضر دربار خلافت ہوکے آداب بجا لائے ہین۔ اور گران بہا خلعتون سے سرفراز ہوکے عباسی سریر شہریاری کے سامنے مودب کھڑے ہوئے ہین۔

اتنے مین اتفاقاً کسی بدنصیب والیِ ملک کو چھینک آ گئی۔ اور ناک سے کچھ رطوبت

نکل پڑی - رومال اس وقت موجود نہ تھا - گھبرا کے اُسی خلعت کے دامن سے جو ابھی ابھی مرحمت ہوا تھا ناک پاک کرلی - شامت اعمال سے یہ بدتمیزی کی حرکت خلیفہ نے دیکھ لی فوراً عتاب ہوا حسب فرمانِ خلافت وہ گران بہا خلعت چھین لیا گیا - گورنری کی خدمت سے بھی معزول ہوا - اور بے عزتی کے ساتھ دربار سے نکالا گیا -

خلیفہ کے اِس عتاب اور برہمی کو دیکھ کے کُل حاضرین دربار کانپ گئے - اور خائف تھے کہ کہین ہم سے بھی کوئی بدتمیزی کی حرکت نہ صادر ہو جائے - سارے دربار پر سناٹا طاری تھا - اور سب سہمے ہوئے اپنے اپنے انجام پر غور کر رہے تھے - مگر انھین مین ایک صاحبِ دل پاک طینت اور خدا ترس رئیس زادہ بھی تھا جو نہاوندی ولایت پر سرفراز تھا - اس عتابِ شہنشاہی نے اُس کے دل مین بجائے دُنیوی انجام کے ایک دوسری فکر پیدا کردی - یعنی نورِ ہدایت نے اِس خیال کی طرف مائل کیا کہ "ایک دُنیوی بادشاہ کے خلعت کی بے وقعتی کرنے کی تو یہ سزا ہے - لیکن وہ شخص جو سارے عالم کے خالق (اللہ جل شانہ) کے خلعت (یعنی خلعتِ زندگی) کی بے وقعتی کرے اور اُسے ناپاک کردے اُسکی کیا سزا ہوگی؟" یہ خیال آنا تھا کہ دل دنیاوی دولت و حشمت اور اِس چند روزہ جاہ و جلال کی طرف سے کھٹا ہو گیا - فوراً استعفا لکھ کے بارگاہ خلافت مین پیش کردیا - نہاوندی حکومت کو آگ لگائی - ملازمت سے آزادی حاصل کی - اور کسی ایسے پاک باطن شیخِ زمانہ کی تلاش مین چل کھڑا ہوا جس کے ہاتھ پر توبہ کرے - اور جس کی تعلیم و تلقین سے یقین و عرفان کی بارگاہ ازلی مین رسوخ حاصل کرے[ع٥] -

---

ع٥ تذکرۃ الاولیا - ۱۰۰۶

یہ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے نعرۂ مستانہ کی صدا آج تک میدانِ معرفت میں گونج رہی ہے جن کا ذوق و شوق قیامت تک سرمستانِ بادۂ وحدت کے دلوں میں عشق کی گرمجوشی پیدا کرتا رہے گا جن کے نقشِ قدم کو منزلِ حقیقت کے رہ نورد دیکھتے دیکھتے پہنچتے ہیں۔ اور جن کے مبارک حالات سے ہم اپنے پست اوراق کو برکت دینا چاہتے ہیں۔

ولادت، خاندان اور تعلیم

آپ کا اصل نام اور کنیت ابوبکر دلف بن جحدر شبلی ہے بعض مورخین جعفر بن یونس بتاتے ہیں۔ مگر یہی نام آپ کے سنگِ تربت پر کندہ تھا۔ بعض اہلِ روایت نے بتایا آپ کے پدر بزرگوار کا نام بجائے جحدر کے جعفر تھا۔ جو ہمارے خیال میں صرف اگلے رسم الخط سے مشتبہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ آپ کا لقب شبلی شبلہ نام ایک دہ سے نکلا ہو جو آپ کے خاندان کا اصلی مرجع تھا۔ یہ قریہ شہر اسروشنہ کے مضافات میں تھا۔ اور اسروشنہ ماوراء النہر میں سمرقند سے آگے بڑھ کے ایک بڑا شہر تھا۔ یہ ترکستانی علاقہ جو فرغانہ کے نام سے مشہور تھا۔ اُن دنوں والیِ خراسان کے حلقۂ اقتدارات میں تھا۔ اور اسی وجہ سے عام مورخین آپ کو خراسانی الاصل بتاتے ہیں۔ ورنہ سچ پوچھیے تو آپ ترکی الاصل تھے۔ مگر طرہ یہ کہ سب کے خلاف ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا خاندان مصر سے آیا تھا

خیر یہ خوش اقبال خاندان چاہے جہاں کا ہو۔ آپ کی ولادت سے پیشتر ہی دار السلام

۱؎ ابن خلکان جلد اول۔ ۲۲۵ ۲؎ نفحات الانس صفحہ ۱۷۴ ۳؎ ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔

بغداد مین آکے آباد ہو گیا تھا۔ اور قریب قریب تمام اہل سیر کو اتفاق ہے کہ آپ نے بغداد مین نشو و نما پایا۔ اور وہین آپ کی ولادت بھی ہوئی۔ لیکن طبقات سلمی مین ہے کہ آپ سامرہ مین پیدا ہوئے[عہ]۔

گو یہ روایت سب کے خلاف اور بہ اصطلاح محدثین غریب ہے لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ آپ سامرہ ہی مین پیدا ہوئے ہون گے۔ کیونکہ آپ کے پدر بزرگوار خلیفہ زمانہ کے دربار مین حاجب الحجاب یعنی عرض بیگی کی معزز خدمت پر مامور تھے۔ اور سنہ وفات اور عمر کا حساب لگانے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۲۴۷ھ مین ہوئی جس سال کہ متوکل باللہ عباسی جو پندرہ سال سے مسند نشین خلافت تھا اپنے بیٹے المنتصر کی سازش کے نتیجے مین خاص اپنے ترکی غلامون کے ہاتھ سے کمال بیرحمی کے ساتھ سامرہ ہی مین مارا گیا[عہ]۔ ان دنون چونکہ دربار خلافت عباسی کا مرکز و مستقر بجائے بغداد کے سامرہ تھا لہذا ضرور ہے کہ آپ کے والد ماجد بھی اپنے فرائض منصبی بجا لانے کے لیے سامرہ ہی مین قیام رکھتے ہون

متوکل باللہ کو بنی فاطمہ سے سخت عداوت تھی۔ یہان تک کہ ۲۳۶ھ مین اُس نے حکم جاری کر دیا کہ کربلائے معلی مین حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربت پاک اور وہان کے گرد و پیش کے مکانات کھود کے برابر کر دیے جائین۔ اور اُن کی زمین پر ہل چلا دیا جائے۔ اُس کے دربار مین علانیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کی تضحیک و توہین کی جاتی تھی۔ یہان تک کہ اُس کی صحبت مین ایک دن ایک مخنث کو پیٹ پر تکیہ باندھ کے حضرت علی کی نقل اور ناپاک تمسخر کرتے دیکھ کے اُس کے بیٹے المنتصر سے بھی نہ رہا گیا۔ اور بے ساختہ کہا امیر المومنین علی آپ کے ابن عم اور آپ کے گھرانے کے بزرگ اور آپکے

عہ نفحات الانس ص [illegible] و ابن خلکان جلد اول ص ۲۲۵۔ عہ ابن اثیر۔ جلد ۷۔ ۲۹۔ ۳۰۔

سرمایۂ ناز تھے۔ اگر آپ ان کا گوشت کھاتے (غیبت کرتے) ہیں تو خیر مگر اس کے گوشت کو تو نہ کھائیے۔ اس آزادی کا اس صحبت میں تو کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ مگر اسی کا اثر تھا کہ ایک طرف تو المتوکل کے دل میں بیٹے کی طرف سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور دوسری طرف بیٹا المنتصر اس کے قتل کے لیے سازشیں کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلی کی ولادت کے ساتھ ہی ایک ایسے ظالم، تہذیب اور رحمت بادشاہ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کو ہم اس امر کا ایک قدرتی اشارہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کی ذات بابرکات سے دین اسلام کو بڑے دینی اور روحانی فائدے پہونچنے والے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی جب ہم اس امر کا لحاظ کرتے ہیں کہ ۲۴۵ھ میں ولی زمانہ حضرت ذوالنون مصری اور صوفی بے ہمتا شیخ ابو تراب نخشبی کا انتقال ہو چکا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ خداوند جل وعلا نے آپ کی ولادت باسعادت سے دنیائے اسلام میں کتنی بڑی کمی کو پورا کر دیا۔

آپ کے خاندان کا پتہ لگانے کے لیے ہم نے کتب تاریخ کے بہت ورق الٹے۔ اولیاء و مشائخ کی سیرۃ لکھنے والوں نے یہ تک بتایا ہے کہ آپ کے والد ماجد خلافت کے معزز اور سربرآوردہ لوگوں میں تھے حتیٰ کہ حاجب الحجاب دربار کی اعلیٰ ترین خدمت ان کے سپرد تھی مگر تاریخ کی کتابوں سے بغیر درایت و قیاس سے کام لینے کے ہمیں۔ کچھ ثبوت نہیں مل سکتا۔ تاہم آپ کا نام دلف ایسا انوکھا اور غیر مروج نام ہے کہ اس سے کسی نہ کسی قدر پتہ ضرور لگ جاتا ہے جو بہت کچھ قرین قیاس ہے۔

تمام محدثین اس نام کا صرف ایک ہی خاندان نظر آتا ہے جس کا

ــــ ابن اثیر جلد ۷ ۱۱۱ ــ ۲۳۲ھ ــ تاریخ جلد ۷ ۱۵

ابتدائی ظہور مامون رشید کے عہد میں ہوا تھا۔ عیسیٰ بن ماہان کے ساتھ جو لوگ طاہر کے مقابلے کو گئے تھے اُن میں ابودُلف نام ایک نامور شخص تھا جس کا قیام ہمدان کے قریب کرخ نام ایک قریہ میں تھا۔ عیسیٰ کے مارے جانے کے بعد ابودُلف مذکور پھر کرخ میں جا کے خاموش بیٹھ رہا۔ طاہر نے خط بھیج کے اُسے اپنے ساتھ ملانا چاہا تو اُس نے جواب دیا کہ "میں نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ کسی کی بھی طرفداری نہ کروں۔" یہ امر مامون کو ناگوار ہوا کہ سلطنت کی امانت سے انکار کرنا کیا معنے۔ چنانچہ اپنے دورِ حکومت کے زمانے میں اُسے بُلوایا۔ اُسکی خطا معاف کی۔ اور وہ پھر کرخ میں جا کے خاموشی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ ابودُلف کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے عبد العزیز کو [illegible] کرنے کا شوق ہوا۔ لہذا جب سرکش غلامان ترک نے خلیفہ المستعین کے موجود ہوتے المعتز کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو عبد العزیز بن ابودُلف نے اصلی خلیفہ المستعین کا ساتھ دیا۔ المستعین نے اِس کے صلے میں اُسے خلعت سے سرفراز کیا۔ اور علاقہ جبل اور اصفہان کی حکومت اُس کے ہاتھ میں دی۔ المعتز نے رجب ۲۵۳ھ[1] میں نئی پُرجوش باغیوں کی ۲۰ ہزار فوج پر موسیٰ بن بغا نام ترکی غلام کو افسر مقرر کر کے عبد العزیز کے مقابلے کو بھیجا۔ شہر ہمدان کے باہر لڑائی ہوئی۔ اور عبد العزیز شکست کھا کے اپنے مستقر کرخ میں چلا گیا۔ ابن بغا کے مقدمۃ الجیش کا سردار مفلح کرخ پہونچا اور عبد العزیز کو اُس کے گھر کے دروازے پر بھی شکست دی۔ اب عبد العزیز نے بھاگ کے نہاوند کے قلعے میں پناہ لی۔ اِس کے چند روز بعد ابن بغا سے اور اُس سے ایک اور مقابلہ ہوا۔ اور اب بھی عبد العزیز کی قسمت نے نامساعدت کی۔ مگر باوجود اِن شکستوں کے نہاوند وغیرہ اُسی کے قبضے میں رہے۔ عبد العزیز کے مرنے

---

[1] ۔۔۔ تمدن۔ جلد ۳ ۲۵۵۔

اُس کا بیٹا دُلف جانشین ہوا۔ اُسے قاسم بن صباح نے آ کے شکست دی جس کے باعث دُلف کی زندگی ہی مین خاندان ابو دُلف کے خیر خواہون نے اُس کے بھائی احمد بن عبد العزیز بن ابو دُلف کو اپنا سرگروہ بنا کے سنہ ۲۶۵ھ مین بھائی کا جانشین کیا۔ اور اُس کے ساتھ ہی اِس خاندان کا ستارہ دوبارہ چمک گیا۔

اِن دنون عمرو بن لیث صفّار نے خراسان وغیرہ مین ایسا زور پکڑا تھا کہ خلافت کے مقبوضات پر بھی اپنا قبضہ قائم کر رہا تھا۔ اُس نے احمد بن عبد العزیز بن ابو دُلف کو اپنی طرف سے والی اصفہان مقرر کیا۔ بغداد کے سریر خلافت پر اب المعتمد تھا۔ اُس نے بجائے اِس کے کہ احمد بن عبد العزیز سے کوئی باز پرس کرتا اپنی طرف سے بھی سنہ ۲۶۶ھ مین اُسے حاکم اصفہان بنا دیا۔ اور یون احمد ایک ایسا عجیب وغریب گورنر بن گیا جو ایک ہی مُلک پر دو مخالف فرمان روائون کا نائب تھا۔ سنہ ۲۶۹ھ مین کیغلغ ترکی اُس کے مقابلے کو آیا۔ اور شکست کھا کے واپس گیا۔ اور شاید اِسی مہم کی ضرورت سے سنہ ۲۶۸ھ مین عمرو لیث نے اُسے روپیہ بھیجا تھا۔ سنہ ۲۸۰ھ مین احمد بن عبد العزیز نے سفر آخرت کیا۔ اور اُس کے دو بھائی عمر اور بکیر مشترک والی مقرر کیے گئے جنھون نے آخر مین خلافت بغداد کی حمایت کی یعنی المعتضد کی جانب داری مین عمرو بن لیث کے بھائی رافع بن لیث سے لڑے۔ مگر شکست کھائی۔ اِس کے بعد سنہ ۲۸۱ھ مین المعتضد باللہ نے عمر بن عبد العزیز کو والی اصفہان و نہاوند و کرخ مقرر کیا۔[۵] پھر چند اور جھگڑے ہوئے۔ لیکن [illegible] بن عبد العزیز بن ابو دُلف کی وقعت اِس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ سنہ ۲۸۳ھ مین جب وہ بغداد آیا

---

[۵] ابن خلدون - جلد ثالث ۲۵۵ و ۲۹۶ -

توخلافت کی جانب سے بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے اُس کا استقبال کیا گیا۔ اور خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز ہوا۔[عسہ]

اِن واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی جن کا نام نامی دُلف تھا اسی خاندان کے کوئی رُکن رکین تھے دُلف اور جحدر ترکی نام ہین اور قرینہ مقتضی ہے کہ ان دنون اِن نومسلم خاندانون مین دو نام رکھے جاتے ہون۔ ایک اصلی خاندانی اور قومی۔ اور دوسرا عربی جسے اسلامی نام کہنا چاہیے۔ اِسی تعدد اسامی نے لوگون کو دھوکا دیا۔ اور اختلاف روایت پیدا ہوا۔ لہذا آپ کا نام غالباً دُلف بھی ہے۔ اور جعفر بھی۔ اور آپ کے والد کا نام جحدر بھی اور یونس بھی۔ اصلی بانی خاندان کا نام نہین معلوم صرف کنیت ابودُلف بتائی گئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ دُلف نام اُسکا کوئی بیٹا ضرور تھا اور کیا عجب کہ ابودُلف ہی کا نام جحدر ہو۔ لہذا بظن غالب حضرت ابوبکر شبلی عبدالعزیز بن ابودُلف کے بھائی تھے۔ اور اپنے عزیزون کی طرف سے حسب فرمان خلافت یا نیابۃً نہاوند کی گورنری کرتے تھے۔

علاوہ برین جب یہ امر کتب سیر مین موجود ہے کہ آپ نہاوند کے گورنر تھے اور والد حاجب خلافت تھے[عسہ] تو یہ قیاس اور یقینی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ المستعین کے زمانے مین پہلے عرض بیگی یعنی حاجب اعظم کی خدمت پر وصیف نام ایک غلام مقرر تھا۔ اور اُسی کو جبل و اصفہان کی گورنری بھی دی گئی تھی۔ پھر جب عبدالعزیز بن ابودُلف نے رفاقت پر آمادگی ظاہر کی تو وہ اُسی وصیف کا قائم مقام مقرر کیا گیا[۵]۔ اور اس طرح یہ دونون خدمتین بنی دُلف مین آگئین۔

عسہ ابن اثیر جلد ۷ - ۱۵۱ و ۱۵۴ و ۱۵۰ - عسہ۵ مراۃ الجنان یافعی حالات ۳۳۴ھ عسہ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۹۹

حضرت ابو بکر شبلی کسی عالم و فقیہ یا صوفی و صاحب باطن شیخ کے گھر میں نہیں پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ آپ ایک ترکی سردار اور نامی اشخاص میں سے گھرانے کے نونہال تھے۔ لہذا آپ کی بچپن کی تربیت و تعلیم کا حال بالکل نہیں معلوم ہو سکتا کیونکہ کتب رجال و سیر میں خوارق عادات کے دکھانے کی جس قدر کوشش کی گئی ہے علماء فضلاء و محدثین و اتقیاء پر نہیں یہی وجہ ہے امراء اور روساء کا طبقہ سوا تابعین اور قرون اولیٰ کے علماء و مصنفین کی اس توجہ سے اکثر محروم رہا ہے۔ آپ کے قرابت داروں میں بھی کوئی ایسے بزرگ تھے جیسے کہ جناب جنیدؒ کے عزیزوں میں حضرت سری سقطی تھے۔ اگر ان کی صحبت ہی میں کبھی کبھی آپ کی صورت نظر آجاتی۔

جو کچھ معلوم ہو سکا صرف اس قدر ہے کہ چونکہ آپ کا خاندان فقہ مالکیہ کا پیرو تھا اور اسی گروہ میں آپ بھی تھے[1] لہذا ابتدائی تعلیم کے بعد فقہ مالکیہ پڑھنا شروع کی اور اس میں کمال تبحر حاصل کیا[2]۔ حدیثیں لکھیں۔ اور محدثین کے گروہ میں بھی شامل ہوئے موطائے امام مالک برزبان تھی[3]۔ جو حدیث کی افضل ترین کتاب تصور کی جاتی تھی۔ لیکن حق جو طبیعت چونکہ نور باطن کے انکشافات کی مشتاق تھی لہذا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس پڑھنے لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوا اور جس چیز کی تلاش ہے وہ نہیں ملتی خود فرماتے ہیں میں نے تیس برس تک فقہ پڑھی یہاں تک کہ ایک آفتاب میرے سینے سے طلوع ہوا۔ پھر میں استادوں کے پاس گیا اور ان سے علم الٰہی کا خواستگار ہوا۔ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا کیونکہ وہ خود نہ جانتے تھے۔ یہی کہا کہ ہر چیز کا ایک نشان ہے

---

[1] رسالہ قشیریہ ۳۴ - [2] مرآۃ الجنان یافعی۔ حالات ۳۳۴ھ - [3] طبقات الکبریٰ للشعرانی

[4] تذکرۃ الاولیا - ۲۸۷ -

اگر غیب کا کچھ نشان نہین۔ یہ جواب سن کے مجھے تعجب ہوا۔ اور مین نے کہا کہ آپ سب صاحب اندھیرے مین ہین۔ اور مین اپنے آپ کو صبح روشن مین پاتا ہون۔ مگر افسوس کہ اپنی اس حالت پر شکرگزار نہ ہوا۔ اور اپنی ولایت چورون کے سپرد کر دی۔" میری زبان سے یہ کلمات سن کے لوگ بگڑے اور عداوت پر آمادہ ہو گئے[عہ]۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے دل مین خود بخود توحید و خداشناسی کا جوش پیدا ہوا۔ اور تعلیم فقہ و حدیث کے زمانے ہی سے انکشاف باطن کی جستجو شروع ہو گئی تھی۔ گو اس کے ظہور کا ابھی وقت نہین آیا تھا۔

سن رشد۔ ملازمت اور دُنیوی اوج و عروج

لیکن جس خاندان کے رُکن تھے اُس کا ہر متنفس ملازمت سپہگری اور حکومت کے کاروبار مین مشغول تھا۔ چنانچہ اس علم و فضل اور اس جستجوئے حق پر خاندانی تعلقات غالب آ گئے۔ جو کسی درس گاہ یا خانقاہ مین بیٹھنے کے عوض انھین ایوان امارت مین بٹھانا چاہتے تھے۔ آپ تحصیل علم سے فارغ ہوتے ہی شاہی ملازمت مین داخل ہوئے۔ اور اپنے خاندانی کارنامون کے صلے مین نہاوند کے والی گورنر مقرر ہوئے[عسہ]۔

ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہین موجود ہے کہ آپ نے زمانۂ حکومت مین کیا کارروائیان کین۔ خلافت کی کیسی خدمتین بجا لائے۔ اور رعایا کے

[عہ] نفحات الانس ۱۱۰۔ [عسہ] تذکرۃ الاولیا ۹۰۔ ابن خلکان و رسالۂ قشیریہ مین دنباوند ہو مگر تاریخی شہادتون سے نہاوند ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اسی قدر نہیں۔ ہم اس سے بھی لاعلم ہیں کہ نہاوند کی عنان حکومت کتنے دنوں تک ہاتھ میں رہنے پائی تھی کہ کسی ضرورت و تقریب سے دارالخلافت میں بلائے گئے۔ اور وہ عبرت خیز واقعہ پیش آیا جس کا ذکر تمہید میں آچکا ہے اور جس نے صرف ایک لفظ پر آپ کو ایک والی ملک اور رئیس قوم سے ایک صاحب باطن فقیہ اور باکمال صوفی صافی بنا دیا۔

علوم باطنی کی طرف توجہ کرنے سے پیشتر کے حالات بیان کرنے سے مورخین اس قدر خاموش ہیں کہ سوا زندگی امارت کے اور کچھ حال نہیں معلوم ہو سکتا۔ اکثر بزرگان دین کے حالات میں مورخین کے قلم نے اسی قسم کا بخل ظاہر کیا ہے مگر اتنا نہیں جتنا کہ حضرت ابوبکر شبلی کے معاملے میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کی ابتدائی زندگی بالکل تاریکی اور گمنامی میں ہے۔

ان امور کا پتہ چلتا ہے کہ صوفیۂ اسلام کے سچے مذاق کے مطابق آپ متاہل تھے۔ بی بی تھیں جن کے متنبہ کرنے کے لیے بعض اوقات آپ عجیب غریب کام کر گزرا کرتے تھے۔ خدا نے اولاد بھی دی تھی جن میں سے بعض کو اس نے والدین کو ثواب آخرت عطا کرنے کے لیے دنیا سے اٹھا لیا اور بعض زندہ رہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آپکا ایک بیٹا جس کا نام ابوالحسن تھا اس نے ماں باپ کے دل کو داغ دے کے سفر آخرت کیا۔ اور آغوش مادر سے نکل کے آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ دل شکستہ ماں کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ روئیں پیٹیں اور سر کے بال نوچ ڈالے۔ یہ حالت دیکھ کے حضرت شبلی حمام میں گئے۔ اور داڑھی میں نورہ لگا لیا چند لمحوں کے بعد جب حمام سے باہر نکلے تو داڑھی غائب تھی۔ داڑھی منڈوانا ان دنوں

اس قدر خلاف فیشن تھا کہ کسی کی ڈاڑھی منڈی دیکھ کے لوگوں کا خیال جواز و عدم جواز کی طرف متوجہ ہونے کے عوض اُس شخص کے ہوش و حواس بجا نہ ہونے یا کسی خاص مجبوری کی طرف رجوع ہوتا۔ اب جو لوگ تعزیت کو آتے تو آپ کی یہ وضع دیکھ کے متحیر ہو جاتے۔ اور پوچھتے شبلی خیریت تو ہے؟ جس کا جواب آپ یہ دیتے کہ میں نے اس بارے میں بی بی کی پیروی کی ہے۔ اُنھوں نے بیٹے کے غم میں اپنے بالوں پر ہاتھ صاف کیا اور میں نے اپنی ڈاڑھی پر۔ لیکن اس بامذاق جواب سے کسی کا اطمینان نہ ہوتا تھا اور بار بار ڈاڑھی اُڑا دینے کا اصلی سبب پوچھا جاتا۔ تب آپ نے فرمایا دوستو میں نے یہ خیال کیا کہ لوگ یادِ خدا چھوڑ کے میرے پاس تعزیت کے لیے آئیں گے۔ لہذا میرے سبب سے جو لوگوں کے دل میں خدا کی طرف سے بے توجہی ہوگی اُس کے فدیہ میں میں نے اپنی ڈاڑھی نذر کر دی۔

اس واقعہ کو فقہا اور اہلِ ظاہر غالباً اچھی نگاہ سے نہ دیکھیں گے۔ مگر ہم اُنھیں مشورہ دیتے ہیں کہ ذرا درایت سے بھی کام لیں۔ ڈاڑھی منڈانا اُن دنوں نہ امرا کے فیشن میں تھا۔ اور نہ کسی اور طبقہ کے۔ لہذا اُس زمانے میں اس فعل سے کوئی دنیوی غرض یا طرحداری نہیں ظاہر ہو سکتی تھی۔ بلکہ بے ڈاڑھی کا انسان ہر سوسائٹی میں ذلیل و خوار تصور کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر شبلی جذبات وحدت میں غرق ہوتے تو اس قدر از خود رفتہ ہو گئے تھے کہ کسی خاص دُھن میں محو ہو کے بعض اوقات ایسے افعال کر گزرتے تھے جن پر لوگوں کو حیرت ہو جاتی۔ اور اگر آپ میں ہوتے تو وہ خود بھی حیران ہو جاتے۔ اسی طرح آپ کے ایک دوسرے صاحبزادے یونس بھی تھے جن سے آپ کے

---

۵ رسالۂ قشیریہ ۔ ۵۲

حالات کے متعلق صرف ایک یہ روایت ہم تک پہونچی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے والد ماجد ساری رات چھت کے ایک کونے پر کھڑے رہے۔ اور کہتے تھے کہ اے آنکھ اگر تو نے پلک جھپکائی تو تجھ سے کام نہ لیا جائے گا۔ اسی طرح رات بھر پلک نہ ہلائی۔ صبح ہوئی تو مجھ سے کہا بیٹا۔ میں نے آج رات سوا ایک شخص کے کسی کو خدا کا ذکر کرتے نہیں سُنا۔عہ

ان مستند شہادتوں سے یہ تو بے شک ثابت ہو گیا کہ آپ کی بی بی بھی تھیں اور خدا نے اولاد بھی عطا کی تھی۔ مگر یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ عقد آپ نے جامۂ معرفت پہننے کے بعد کیا تھا یا پہلے۔ تاہم قیاس سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ باتیں مدرسۂ حقیقت میں آنے سے پیشتر ہی کی ہوں گی۔ کیونکہ اول تو آپ کا مذاق تصوف اس قدر گہرا اور مجرد بنا دینے والا تھا کہ اگر تجرد کو آپ ضروری نہیں تو اپنے لیے جائز اور اپنے مذاق تصوف کے مناسب ضرور خیال کرتے ہوں گے۔ علاوہ بریں یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے تیس سال تک فقہ و حدیث کی تعلیم پائی۔ اور اگر تعلیم کا آغاز دس برس کی عمر سے ہوا اور چار پانچ برس آپ [illegible] مدرسے والی رہے ہوں تو توبہ کر کے علوم باطن کی طرف توجہ کرنے کے وقت آپ کی عمر شریف ۴۲ یا ۴۳ برس ہو گی۔ اور اس عمر تک اُن دنوں ایک دنیادار امیرزادے کا مجرد رہنا اور شادی نہ کرنا خلاف قیاس ہے۔

بس اس کے سوا آپ کی دنیاداری کی ابتدائی زندگی کے متعلق ہم کوئی بات نہیں جانتے ہیں اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ لہذا اب خانقاہ عرفان میں چل کے آپ کا استقبال کرتے ہیں۔

عہ تلبیس ابلیس۔ بیان جملۃ مرویۃ عن الصوفیۃ من الافعال المنکرۃ۔

درسگاہِ معرفت

دربارِ خلافت میں استعفا داخل کرتے ہی آپ کو رموزِ باطن حاصل کرنے کی طرف توجہ ہوئی اور وہ جوش کہ ایک بڑے زور و شور سے ابھرا جو تعلیمِ سنت و حدیث کے وقت دل کو کسی طرح مطمئن نہیں ہونے دیتا تھا۔ اور کسی بات سے جویائے حق قلبِ بیقرار کو تسلی نہ ہوتی تھی۔ اب کسی ایسے پاک باطن رمز دانِ وحدت کی تلاش ہوئی جس کی صحبت میں حاضر ہو کے مدارجِ یقین طے کریں۔

ان دنوں دربارِ خلافت کا مرکز شہر سُرّ من رائے تھا جسے اب سامرہ کہتے ہیں۔ دربارِ خلافت سے نکل کے شہر کی سڑکوں پر آئے۔ اور کسی ولی کامل کا پتہ پوچھا لوگوں نے خیر نساج کا نام بتایا جو اسی شہر سُرّ من رائے میں پیدا ہوئے تھے۔ اور فی الحال خاص دارالسلام بغداد میں اقامت گزین تھے۔ غالباً ہم وطنی کے خیال نے خیر نساج سے ملنے کا شوق دل میں اور بڑھا دیا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ سامرہ چھوڑ کے بغداد گئے۔ اور سیدھے ابوالحسین خیر نساج کی خدمت میں حاضر ہوئے[1]۔ خیر نساج اگرچہ بڑے صاحبِ معرفت بزرگانِ دین میں سے تھے لیکن شبلی کا ذوق و شوق دیکھا۔ ان کی جوانمردی مستعدی و گرمجوشی دیکھی۔ اور پھر ان کے علم و فضل کا اندازہ کیا تو انھیں اپنے پاس رکھنا مناسب نہ سمجھے اور خیال کیا کہ ان کے لیے جنید بغدادی سے بہتر کوئی شیخِ طریقت نہیں ہو سکتا۔ لہذا پہلے تو اپنی صحبت میں ان سے تمام گناہوں اور معصیتوں سے توبہ کرائی۔ اور پھر انھیں حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بھیج دیا۔ جو ان

---

[1] طبقات الکبریٰ ۱۲۔ [illegible] ۲۲۔

دونوں علوم باطن کے مرکز اور دونوں طریق معرفت کے مرجع و ماویٰ بنے ہوئے تھے۔ اور جن کی صحبت میں اہل ذوق کا ایک ہجوم رہا کرتا تھا۔

شبلی جب خیر نساج کے پیام کے ساتھ حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سامنا ہوتے ہی عرض کیا، لوگوں نے آپ کے پاس گوہر کا پتہ دیتے ہیں وہ بخشش سے عطا ہوگا یا قیمت سے؟ حضرت جنید نے ان کی صورت دیکھ کے فرمایا۔ بیچوں تو تم لے نہ سکو کیونکہ وہ بہت گراں ہے اور تمھارے پاس اتنا سرمایہ نہیں۔ اگر مفت دے دوں تو تمھیں اس کی قدر نہ ہوگی۔ ہاں اگر جواں مردوں کی طرح اس دریا میں سر کے بل غوطہ لگاؤ گے۔ اور صبر و انتظار سے جستجو کرو گے تو وہ گوہر مراد ہاتھ آ جائے گا۔

آپ کی سیرت لکھنے والوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی اور خیر نساج کے علاوہ اُس عہد کے دیگر ائمہ باطن اور اولیائے زمانہ کی صحبتوں سے بھی آپ نے فیض اُٹھایا۔ مگر ہمیں سوائے مذکورہ بالا دو بزرگوں کے اور کسی کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ اور نہ آپ کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کبھی کسی اور شیخ باطن کی خدمت میں بھی شرفیاب ہونے کے لیے تشریف لے گئے ہوں۔ ہاں آپ روحانی جلالت سے کائنات کے ذروں، درختوں کی صداؤں اور چڑیوں کی آواز تک سے سبق لیتے عبرت حاصل کرتے اور بیتاب و بیخود ہو جاتے جیسا کہ آگے چل کے ہم بیان کریں گے۔ مگر ارادت اور شاگردی کی حیثیت سے آپ کو جو کچھ فیض پہنچا صرف شیخ الطائفہ ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے اور خیر نساج سے۔ اور جو کچھ حاصل ہوا وہ بہت بڑی چیز ہے اور اسی کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ دیوان معرفت کا دروازہ

عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۸۶۔ عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۲۳۳۔

لکھوں کے اندر آپ کو اُنھیں نے بلایا مگر وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ آپ نے اُن کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور اُنھیں کی تلقین سے مشاغل دنیا کو ترک کیا۔

حضرت جنید نے ابتدا ہی سے بڑی سخت محنت لینا شروع کی خصوص سب سے زیادہ یہ کہ کہا تم نے نہاوند کی رعایا پر حکومت کی ہے۔ بہتوں کے مظلمے تمھارے سر باقی ہوں گے۔ جب تک وہ دوستینہ دامن سے نہ چھوٹیں تم دربار معرفت میں باریاب نہیں ہو سکتے۔ لہذا جاؤ۔ اور وہاں کی رعایا سے سند معافی حاصل کرو[1]۔ سچ یہ ہے کہ یہ سب ریاضتوں سے بڑی ریاضت تھی۔ مگر آپ کو جستجوئے حقیقت کی ایسی دُھن لگی ہوئی تھی کہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نہاوند میں جا کے اُنھیں لوگوں سے جو ابھی کل تک آپ کے تابع فرمان تھے معافی چاہی۔ اور سب سے بعجز و الحاح کہا میں تمھارا والی تھا۔ مجھ سے تم پر کوئی زیادتی ہوئی ہو۔ یا تم پر کبھی میرے ہاتھ سے ہوا ہو۔ تو اُسے معاف کرو[2]۔ اس بارۂ خاص میں خلوص نیت کی برکت سے آپ میں ایسی سرگرمی پیدا ہو گئی تھی کہ سارے شہر میں ایک ایک کے دروازے پر جا کے مرد عورت بوڑھے بچے سے عفو کی درخواست کرتے۔ اور کوئی نہیں رہا جس سے اپنا کہا سنا معاف کرا کے سند معافی نہ حاصل کر لی ہو۔ سوا ایک شخص کے جو موجود نہ تھا۔ اور اُس کا ایک درہم ان کے ذمہ باقی تھا۔ اُسے بہت تلاش کیا۔ بہت سا روپیہ اُس کے کفارے کے طریقے سے خیرات کیا مگر دل کو کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا۔ اور مرتے دم تک اُس کا ڈر لگا رہا[3]۔ چنانچہ جعفر بن نصیر بکران دینوری جنھیں آپ کی خدمتگذاری کرنے کا شرف حاصل ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ شبلی نے وفات کے

---

[1] تذکرة الاولیا ۶۰۔
[2] رسالۂ قشیریہ ۳۳۔
[3] تذکرة الاولیا - ۶۲۹۔

وقت مجھ سے کہا میرے اوپر ایک درہم کا مطالبہ باقی ہے۔ اس کے عوض ہزاروں درہم خیرات کر چکا ہوں مگر دل پر سے اس کا بار نہیں ہٹتا۔

حضرت جنید نے ریاضت شروع کرانے سے پہلے مزاج کی سختی دور کرنا ضروری سمجھا چنانچہ کہا ایک سال تک کبریت بیچو جب یہ سال ختم ہوا تو ارشاد ہوا کہ ایک سال دریوزہ گری کرو اور در در بھیک مانگو۔ لیکن یہ شرط ہے کہ جو چیزیں ملیں آپ ان میں سے کسی میں مشغول نہ ہو جانا۔ یہ برس آپ کو اس حالت میں گذرا کہ سارے بغداد میں ایک ایک کے دروازے پر جاکے سوال کرتے۔ اور کوئی کچھ نہ دیتا۔ چونکہ بغدادیوں کو ان شکلوں سے یقین آیا ہوگا کہ یہ محتاج ہیں۔ اور افلاس کی مجبوری سے سوال کرتے ہیں فقیری میں اس ناکامی کی خبر حضرت جنید کو پہنچی تو فرمایا ”اب تمھیں اپنی قدر و قیمت معلوم ہو گئی ہوگی“۔

جب یہ سال ان مختلف حالتوں کو گزر گئے تو شیخ جنید نے آپ کے قلب کا امتحان لیا اور فرمایا ”ابھی تم میں تھوڑی جاہ طلبی باقی ہے۔ ایک سال اور گدائی کرو۔ اس سال آپکے لوگوں کی فیاضی سے بھیک ملتی تھی۔ مگر جو کچھ ہاتھ آتا روزانہ لاکے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش [illegible] دیتے۔ وہ اُسے اپنے حلقے کے درویشوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور انھیں اکثر بھوکا ہی رہا کرتے۔ جب یہ سب مراحل جھیل چکے تو شیخ جنید نے فرمایا ”اب میں تمھیں اپنی صحبت میں رکھوں گا۔ لیکن اتنی شرط باقی ہے کہ ایک سال تک درویشوں کی خدمت کرو“ یہ بھی کیا۔ اور ان ابتدائی ریاضتوں سے فارغ ہو کے حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو جنید نے پوچھا ”بتاؤ

سہ طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۳۔ و رسالۂ قشیریہ۔ ۱۸۱۔

اب تمھارے نزدیک تمھارے نفس کا کیا رتبہ ہے؟" عرض کیا "اپنے آپ کو ساری خلقت سے ادنیٰ درجے پر پاتا ہون" ارشاد ہوا کہ "اب تمھارا ایمان درست ہوا"[1]

دیگر اہل سیر نے اگرچہ ان ابتدائی امتحانون اور بے نفسی کی تعلیمون کی تفصیل نہین بیان کی ہے۔ مگر اس امر مین کُل اہل سیر کو اتفاق ہے کہ ابتدائے عمر مین آپکے مجاہدات حد سے گزرے ہوئے تھے[2]۔ کمال باطنی کی یہ ابجد ختم کرنے کے بعد عبادت و ریاضت مین مشغول ہوئے تو معمول تھا کہ ہر روز ایک سرداب (تہ خانے) مین اُتر جاتے۔ اور اپنے ساتھ جلانے کی کچھ لکڑیان بھی لیتے جاتے۔ وہان خلوت مین بیٹھ کے مصروف عبادت ہوتے۔ کسی وقت دل ذرا بھی غفلت کرتا تو اُن مین سے ایک لکڑی اُٹھا کے آپ ہی اپنے جسم پر مارنا شروع کرتے۔ اور یہان تک مارتے کہ جب تک وہ لکڑی ٹوٹ نہ جاتی ہاتھ نہ رُکتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ سب لکڑیان دن ختم ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ جاتین اور ایسی حالت مین جسم کو اذیت پہونچانے کیلیے اپنے ہاتھ پاؤن زور زور سے دیوار پر مارتے[3]۔ غرض ایسی ایسی سخت مصیبتین جھیل کے دل کو قابو مین لاتے۔ اور اُسے عادی بناتے کہ حضرت رب العزت کی طرف متوجہ ہو تو پھر کسی اور طرف کا رُخ نہ کرے۔

[illegible] حال مین زار و قطار رویا کرتے۔ اور آہین بھرتے تھے۔ حضرت جنید نے یہ دیکھ کے فرمایا "حق تعالیٰ کی درگاہ سے شبلی کو ایک ودیعت دی گئی تھی۔ اُسنے چاہا کہ اس امانت مین خیانت کرے لہذا اسی جرم کی سزا کیلیے آہ و زاری کی تکلیف مین مبتلا

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ۲۰۰۔ [2] رسالہ قشیریہ ۳۳۔ مرآۃ الجنان۔ حالات ۳۳۴ھ۔ ابن خلکان جلد اول [illegible]

[3] رسالہ قشیریہ ۱۲۱۔

کیا گیا ہے۔ راتوں کو بالالتزام جاگتے۔ اور صبح تک سونے کا نام نہ لیتے بعض اوقات نفس نہ مانتا طبیعت سستی کرتی۔ اور آنکھوں میں نیند بھر آتی۔ اس کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں فلاں فلاں راتوں کو میں نے نمک کا سرمہ لگایا۔ تاکہ جاگنے کی عادت پڑے۔ اور نیند نہ آئے۔ اور جب اس سے بھی کام نہ چلا تو میں نے سلائی گرم کرکے آنکھوں میں پھیری۔ یہ دیکھ کے لوگوں نے کہا "معلوم ہوتا ہے آپ کو آنکھوں کی ضرورت نہیں رہی"۔ فرمایا "مضائقہ نہیں جس کے دیدار کا اشتیاق ہے وہی ان آنکھوں سے پوشیدہ ہے تو پھر یہ کس کام کی ہیں؟"

"استاد ابوعلی دقاق کا بیان ہے کہ انھوں نے ایسے ایسے نمکوں کا سرمہ لگایا۔ جن کی وجہ سے نیند نہ آتی۔ اور بیداری کی عادت پڑتی۔ اور اگر شرع شریف کی تعظیم کا خیال نہ ہوتا تو اور زیادہ ریاضت کرتے۔ حد سے زیادہ جاگنے اور نیند سے دست بردار ہو جانے پر لوگوں نے آپ کو الزام دیا تو فرمایا "میں نے سنا کہ خدا مجھ سے کہہ رہا ہے جو سویا غافل ہوا اور جو غافل ہوا اس کی آنکھ پر پردہ پڑ گیا پھر بھلا میں کیونکر سو سکتا ہوں؟ اسی لیے نمک کا سرمہ لگاتا ہوں تاکہ آنکھ نہ لگے"

عشق الٰہی کے مکتب میں داخل ہوتے ہی یہ رنگ ہو گیا کہ اللہ جل شانہٗ کے نام پر شیدا تھے جب کسی کے منہ سے یہ نام پاک نکل جاتا۔ اس کا منہ شکر سے بھر دیتے۔ اور لڑکوں کو شکر بانٹا کرتے کہ اللہ کا نام لو۔ یہ ذوق بڑھتے بڑھتے اس درجے کو پہونچا کہ اب جس کی زبان پر یہ نام پاک آتا اس کا منہ دیناروں (اشرفیوں)

عہ تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۹۳ ۔ عسہ طبقات الکبریٰ ۔ ۱۲۲ ۔ مسہ تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۹۹ ۔ للعہ رسالہ قشیریہ ۔ ۳۲ ۔ صہ طبقات الکبری ۔ ۱۲۳ ۔

سے پھرتے۔ اِس کے بعد عشقِ الٰہی کے جوش مین کچھ ایسا انقلاب ہوا۔ اور ایسا [illegible] رقابت پیدا ہوا کہ تلوار لیے پھرتے۔ اور کہتے کہ جو کوئی اللہ کا نام زبان پر لائے گا اُس کا سر اُڑا دونگا۔ بعض لوگون نے جرأت کرکے اِس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ لوگ عادت پڑ جانے کے سبب سے غفلت و بے توجہی کے ساتھ اللہ کا نام [illegible] زبان پر لاتے ہین۔ اِن مین خلوص و ارادہ نہین۔ یہ بھی آپ کے معمولات مین تھا کہ جہان کہین اللہ جلّ شانہ کا نام لکھا یا منقوش نظر آجاتا اُسے بوسہ دیتے۔ یہ حالات تھے۔ اور اِس رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے کہ یکایک سینے سے نکل کے کان مین فرشتۂ ہدایت کی آواز آئی کب تک رسم پرستی کرے گا؟ طالب ہے تو بجائے اِسم کے مسمّی کی راہِ طلب مین قدم رکھ۔ اب ہجومِ شوق بڑھا۔ جوشِ عشق نے جنون و جذب کی شان اختیار کی۔ اور ایسے بیتاب و بیقرار ہوئے کہ ایک بار دجلہ مین پھاند پڑے۔ مگر خدا کی قدرت لہرون نے کنارے پر پھینک دیا۔ آگ مین لوٹے لیکن اُس سے بھی بچ گئے۔ دیگر مہلک تدبیرین عمل مین لائے۔ اور اُن سے بھی بچے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن جوش و خروش مین کمی ہونے کو نہ آتی تھی۔ پکارتے پھرتے تھے۔ ویل لمن لا تقتلہ الماء والنار والسباع والجبال! (شامت ہو اُسکی جسے نہ پانی ڈبوتا ہے۔ نہ آگ جلاتی ہے۔ نہ درندے پھاڑتے ہین اور نہ پہاڑ ہلاک کرتے ہین) مگر اِس بیتابانہ سوال کا جواب اُسی فرشتۂ ہدایت نے سینے کے اندر سے یہ دیا کہ "من کان مقتول الحق لا یقتلہ غیرہ" (جو خدا کا مقتول ہو اُسے کوئی دوسرا قتل نہین کر سکتا) آخر بیتابی یہان تک بڑھی کہ لوگون نے زنجیرون مین باندھ کے بٹھایا۔ اور مشہور ہوا کہ شبلی دیوانے ہو گئے۔ چنانچہ لوگ شفاخانے مین اُٹھا لے گئے۔ مگر یہ سب سے

(ہنس) فرماتے تھے کہ "تمھارے نزدیک میں دیوانہ ہوں۔ اور میرے نزدیک تم دیوانے ہو۔ میری یہ دیوانگی انشاء اللہ روز بروز زیادہ ہی ہوگی۔"؎

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب   دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

پیر اور مرید

حضرت جنید بغدادی کی بارگاہ فیض سے طالب حقیقت مرید شیخ ابوبکر شبلی کو جو تعلیمیں حاصل ہوئیں جس عنوان سے انھوں نے آپ سے شاہراہ طریقت کی دشوار منزلیں طے کرائیں۔ اور پیر اور مرید میں باہم جو واقعات پیش آئے وہ بھی اگرچہ در اصل گذشتہ بحث یعنی "درس گاہ معرفت" ہی کا ایک جزو ہیں مگر ہم ان میں ایک خاص لطف دیکھ کے انھیں علحدہ بیان کرنا پسند کرتے ہیں۔ بے شک مرشد کی تعلیموں کا اثر جتنا اوپر بیان ہوچکا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ گذشتہ بحث کی تعلیموں میں صرف پڑھانے اور درس دینے کی شان تھی اور ان باتوں میں جن کا ذکر اب آئے گا۔ اتالیقی اور روحانی تربیت کی شان پائی جاتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی میں باوجود اعلیٰ درجے کے مدارج عرفان طے کر لینے کے متانت تھی، ضبط تھا۔ اور ان کی فقیری میں بھی عالمانہ وقار نمایاں تھا۔ بہ خلاف اس کے شبلی میں جوش و خروش تھا۔ بے صبری و بیقراری تھی۔ اور ایسی محویت و بے اختیاری تھی کہ اپنی بے روک طبیعت کو قابو میں نہ رکھ سکتے تھے۔ اور اس اختلاف مذاق و طبیعت کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی تو حضرت جنید آپ سے باہر ہونے والے

؎ تذکرۃ الاولیاء۔ ۷۹۔

مرید کو اپنی قوت کمال سے روک دیتے اور کبھی اُس کے اثر سے یہان تک متاثر ہوتے کہ خود بھی بیتاب ہو جاتے۔

حضرت جنید کی صحبت مین ابوبکر شبلی کا پہلا رنگ تو یہ تھا کہ ایک بار اُن کی زبان سے کلمۂ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" نکل گیا۔ جنید نے فوراً ٹوکا اور ارشاد فرمایا "یہ کلمہ کسی بات سے تنگ آجانے کے خیال کو ظاہر کرتا ہے۔ اور تنگ آجانا راضی برضا ہونے سے دست بردار ہونے کا نام ہے۔" عرض کیا بجا ارشاد ہوا[عہ]۔ غالباً ظاہر بینون کو اِس پر اعتراض ہوگا۔ لیکن خود واقعہ بتا رہا ہے کہ حضرت جنید نے لاحول پڑھنے سے نہین بلکہ خدا کی مرضی پر نہ راضی ہونے سے روکا۔ اور یہ تعلیم اسلام کی اعلیٰ تعلیمون کی جان ہے۔

ایک مرتبہ ایک خراسانی جوان حضرت جنید بغدادی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کا عصا اور اُس کی چھاگل لے کے اپنے پاس گھر مین رکھ لی اور ٹھہرایا۔ اتفاقاً اُسی رات کو آپ کے مریدون کی ایک صحبت ہونے والی تھی۔ لہذا آپ نے بعض اصحاب کو بُلا کے فرمایا "اِس نوجوان کو لے جا کے اپنے ساتھ رکھو۔ رات کو اپنی صحبت مین شریک کرو اور صبح کو میرے پاس لے آنا" اِس محفل مین کھانے کے بعد مریدان جنید مین کچھ مزاح ہونے لگا۔ اور اُس خراسانی جوان سے بھی شریک ہونے کی درخواست کی گئی۔ اُس نے انکار کیا۔ بلکہ ان سب لوگون کو الزام دینے لگا کہ آپ کا یہ کام نہین۔ شبلی تمام مریدان جنید مین پُرجوش تھے اُس پر نگاہ غیظ و غضب ڈالی۔ اور کہا "چُپکے بیٹھے رہو۔ ورنہ اُٹھ کے سر اُڑا دون گا۔" یہ سُن کے وہ خاموش ہو رہا

[عہ] رسالہ قشیریہ ۔۔ ۲۱۰ ۔

اور پھر سب کی نظر بچا کے غائب ہو گیا۔ دوسرے دن جب یہ واقعہ حضرت جنید کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ نے گھر مین جا کے دیکھا۔ کیا دیکھتے ہین کہ اُس کا عصا اور چھاگل بھی غائب ہین۔ سمجھ گئے کہ وہ کوئی صاحب تصرف شخص تھا۔ باہر آ کے اپنے مریدون پر خفا ہوئے۔ اور فرمایا "مین کئی بار تم لوگون سے کہہ چکا ہون کہ کوئی اجنبی شخص آیا کرے تو اُس کے ساتھ بیٹھا نہ کیا کرو۔ خدا کی قسم مجھے خبر بھی نہ ہونے پائی اور وہ اپنا عصا اور چھاگل اُٹھا لے گیا"[عہ]

شاید یہ واقعہ حضرت شبلی کے پہلے پہل آنے کا ہو۔ کیونکہ آپ کی زندگی مین ہمین اس قسم کا اور کوئی واقعہ کسی مستند و معتبر کتاب مین نہین نظر آیا۔ اور نہ اور کبھی ہم نے جنید کو شبلی پر غصہ کرتے یا اظہار ناراضی فرماتے دیکھا۔ حضرت ابوبکر شبلی مین جوش تھا اور عالم باطن مین جنید کے سامنے آپ کی وہی شان نظر آتی ہے جو کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلے مین تھی۔ اور ہمین آپ سے کسی ایسی حرکت کا سرزد ہونا جو مرشد کو ناگوار ہو قرین قیاس نہین معلوم ہوتا

خیر اگر ابتدائے زمانۂ ارادت مین یہ مان بھی لیا جائے تو بعد کے زمانون مین ہم حضرت جنید کو شبلی کا نہایت ہی قدردان شیخ پاتے ہین حضرت جنید کے حالات مین ہم بیان کر چکے ہین کہ شیخ ابوبکر شبلی پر اکثر ایک بےہوشی کا سا عالم طاری رہتا۔ اور اس کا خیال بھی نہ رہتا کہ کون بیٹھا ہے اور کون کس خیال و مذاق کا ہے۔ ایک دن دریائے وحدت مین ڈوبے ہوئے اور عشق الٰہی سے بیتاب و بے قرار عجب مستانہ وضع سے اپنے مرشد حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ سامنے آ کے

[عہ] نفحات الانس۔ ۲۳۶۔

ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اور انتہا درجہ کی بیتابی کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور بہ خروش سے یہ اشعار پڑھے۔

عَوَّدُوْنِی الْوِصَالَ وَالْوَصْلُ عَذْبٌ　　وَرَمَوْنِیْ بِالصَّدِّ وَالصَّدُّ صَعْبٌ

مجھے وصل کا عادی بنایا اور وصل شیریں ہے۔ اور روگردانی سے مجھے زخمی کیا اور روگردانی بڑی دشوار چیز ہے۔

زَعَمُوْا حِیْنَ أَزْمَعُوْا أَنَّ ذَنْبِیْ　　فَرْطُ حُبِّیْ لَهُمْ وَمَا ذَاكَ ذَنْبٌ

مجھے زخمی کرنے کا ارادہ کرتے وقت وہ سمجھے کہ میرا گناہ یہی ہے کہ مجھے اُن سے زیادہ محبت ہے۔ حالانکہ یہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔

لَا وَحَقِّ الْخُضُوْعِ عِنْدَ التَّلَاقِیْ　　مَا جَزَا مَنْ یُحِبُّ أَنْ لَا یُحَبُّ

اُس فروتنی کی قسم جو وصال کے وقت ہوا کرتی ہے محبت کرنے والے کا بدلہ یہ نہیں ہے کہ محبت ہی نہ کرے۔

یہ اشعار سن کے حضرت جنید نے بھی بیتابی کے ساتھ چیخ ماری اور یہ شعر پڑھا

وَتَمَنَّیْتُ أَنْ أَرَاكَ فَلَمَّا رَأَیْتُكَا　　غَلَبَتْ دَهْشَةُ السُّرُوْرِ فَلَمْ أَمْلِكِ الْبُكَا

اور مجھے تیرے دیکھنے کی تمنا تھی لیکن جب تجھے دیکھا تو مسرت کی حیرت اس قدر طاری ہوئی کہ جوش گریہ کو نہ روک سکا۔[ع۵]

حضرت جنید کے حالات میں ناظرین اس واقعہ کو بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ مگر ہم ضروری خیال کرکے ابوبکر شبلیؒ کے واقعات میں بھی اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ شبلی ایک دن مئے وحدت کے نشے میں چور مستانہ وضع سے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

[ع۵] ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۳۲۵۔

جناب جنید کی بی بی عارف زمانہ شوہر کے پاس بیٹھی ہوئی تھین۔ ایک نامحرم مرید کو آتے دیکھ کے ارادہ کیا کہ اُٹھ کے پردے مین چھپ جائین۔ مگر جنید نے روکا اور فرمایا "کہان جاتی ہو؟ شبلی اِس وقت اپنے آپے مین نہین۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ یہان موجود ہین۔ وہ تو غائب ہین۔ اور عالم باطن کی سیر کر رہے ہین۔ ایسی حالت مین اُنھین چھپنے کی ضرورت نہین" شوہر کی زبان سے یہ کلمات سُن کے بیچاری اُٹھتے اُٹھتے پھر بیٹھ گئین۔ اور شبلی اندر آئے جن سے جنید سے کچھ باتین ہوئین۔ اتنے گفتگو مین شبلی پر یکایک پھر ایک حالت طاری ہوئی۔ اور رنگ متغیر ہونے لگا۔ یہ رنگ دیکھتے ہی جنید نے بی بی سے فرمایا "تمھارے چھپنے کا وقت آگیا۔ کیونکہ شبلی عالم باطن سے ظاہر کی طرف آرہے ہین۔ اب تم اُٹھ کے پردے مین چلی جاؤ" وہ اُٹھ کے پردے مین چلی گئین۔ اور شبلی پھر اسی عالم ظاہر مین تھے۔[عہ] بعض معتبر[عمہ] ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی کا وہ اشعار پڑھنے کا مذکورۂ سابق واقعہ اور یہ جنید کی بی بی کے سامنے آنے کا واقعہ دونون ایک ہی وقت مین گذرے یعنی وہ اشعار شبلی نے اِسی محترم خاتون کے سامنے پڑھے تھے۔

اب جذبات وحدت نے شبلی کا یہ عالم کر دیا تھا کہ مرشد کو بھی اکثر خاموشی کے ساتھ اُن کے عذرات تسلیم کر لینا پڑتے۔ چنانچہ جب اُنھین حد سے گذرتے اور مخفی جذبات باطن کو علانیہ اور علی رؤس الاشہاد بیان کرتے دیکھا تو حضرت جنید نے روکا اور فرمایا "مین اِن رموز کو پوشیدہ بیان کیا کرتا تھا اور تم منبرون پر چڑھ چڑھ کے علانیہ کہا کرتے ہو" خودی سے گذرے ہوئے پُرجوش مرید نے عرض کیا "مین ہی

عہ عوارف المعارف ۱۰۸-۱۰۹ عمہ مرآۃ الجنان یافعی - حالات ۳۳۴ھ

کہتا ہون اور مین ہی سنتا ہون۔ میرے سوا دونون جہان مین موجود ہی کون ہے؟ یہ صدا حق سے آتی ہے۔ اور حق کی طرف جاتی ہے۔ درمیان مین شبلی نہین ہے[1] یہ جواب شافی سن کے حضرت جنید بولے "یون ہے تو تم جو چاہو کہو" باوجود اس کے حضرت جنید اب بھی اکثر یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ کے بھید کو مجذوبون پر نہ ظاہر کیا کرو"[2] مگر اس نصیحت پر عمل کرنا شبلی کے اختیار سے باہر تھا۔ بعض اوقات شیخ کے پند ونصائح پر آپ ایسی پرلطف تعریض فرماتے کہ خود مرشد کا دل پھڑک جاتا۔ ایک دن اثناے گفتگو مین حضرت جنید نے فرمایا "من طلب وجد" (جس نے ڈھونڈھا پایا) شبلی بولے جناب یون نہین۔ یون فرمائیے کہ "من وجد طلب" (جس نے پایا وہی طالب ہے[3])

ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم مانک جو بندار ارقانی کے شاگرد تھے انھون نے کچھ اوپر سو برس کی عمر پائی تھی اور شیخ ابوبکر شبلی کو دیکھا تھا۔ وہ بیان کرتے ہین کہ ایک بار جنید نے منبر پر جا کے فرمایا "حق جنید حاضر بود" مطلب یہ تھا کہ "جنید (ہمہ تن) سچ مچ موجود تھا" شبلی نے ایک جوش وخروش کے ساتھ فوراً ٹوکا۔ اور کہا "غیبت حرام ہے" مطلب یہ کہ جنید کہان سوا اُس ذات وحدہٗ لاشریک کے کوئی نہ تھا۔ اور جب کہ جنید غائب ہے تو پھر ان کو اُن کے پیٹھ پیچھے موجود بتانا غیبت ہے[4]۔

ایک دن جنید نے پوچھا "تم حق تعالیٰ کو کیونکر یاد کرتے ہو؟ اس لیے کہ نہ تم مین اُس کے یاد کرنے کے قابل صدق ہے۔ اور نہ اُس کے ذکر کی صلاحیت ہے" حضرت جنید کے اِس قول مین صرف شبلی مخاطب نہین بلکہ انسانی حالت وفطرت کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُس مین خدا کا ذکر کرنے کے مناسب صدق اور اُس کا نام زبان پر

---

[1] تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۰ [2] طبقات الکبریٰ۔ ۱۲ [3] تذکرۃ الاولیا ۶۹۴ [4] نفحات الانس۔ ۲۴۹

لانے کی اہلیت نہین ہو سکتی۔ شبلی نے کہا "مین بحیثیت مجاز اُس کو اس قدر یاد کرتا ہون کہ وہ بحیثیت حقیقت خود ہی میری طرف توجہ کرتا اور ایک بار مجھے یاد کر لیتا ہے"۔ یہ ایسی اونچی اور بیچ کی بات تھی کہ حضرت جنید باضابطہ و متمکن ہونے بھی ایک نعرہ مار کے بیہوش ہو گئے۔ مرشد کی یہ حالت دیکھ کے شبلی کی زبان سے نکلا "رہنے بھی دو کیونکہ اس دربار مین کبھی خلعت ملتا ہے اور کبھی تازیانہ"۔

ان باتون سے جنید شبلی کے کمال روحانی کا لوہا مان گئے تھے۔ چنانچہ ایک دن شبلی کو شوق و وجد کے غلبے سے متحیر و مضطرب دیکھ کے کہا "شبلی اگر تم اپنا کام حق تعالے پر چھوڑ دو تو راحت پاؤ" یہ سن کے شبلی نے جواب دیا "یون تو نہین۔ لیکن ہان اگر حق تعالے میرا کام مجھ پر چھوڑ دے تو البتہ راحت پاؤن"۔ جنید یہ سنتے ہی بے تحاشا کہہ اُٹھے "شبلی کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے"[عہ]۔

انھین باتون کی وجہ سے حضرت جنید کے ساتھ شبلی کو ایسی خصوصیت حاصل ہو گئی تھی کہ اُن کی صحبت مین جو قدر و منزلت اُنکی ہوتی کسی کی نہ تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جنید نے اپنے مریدون اور حاضرین صحبت [illegible] "تم لوگ باہم ایک دوسرے کو جس آنکھ سے دیکھتے ہو اُس آنکھ سے شبلی کو نہ دیکھا کرو۔ کیونکہ یہ ایک آنکھ ہین اللہ کی آنکھون مین سے"[عہ]۔

ایک بار جنید نے خواب مین دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ صبح اُٹھتے ہی شبلی سے یہ کیفیت بیان کر کے پوچھا "تم ایسے کون سے اعمال کیا کرتے ہو؟" اُنھون نے عرض کیا کہ "نماز مغرب کی سنتون کے بعد

عہ تذکرۃ الاولیا ۔ ص ۲۰۷ ۔ عہ نفحات الانس ۔ ۱۶۳ ۔

دو رکعت نفل پڑھا کرتا ہوں۔ اور اُن میں آیۂ کریمۂ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز الخ ضرور پڑھا کرتا ہوں۔ سُن کے جنید نے فرمایا "بے شک یہ اسی کی برکت ہے"[عہ]۔ غالبًا اسی معاملے کو ملاحظہ فرما کے اور نیز دیگر حالات باطن کا اندازہ کرکے اکثر فرمایا کرتے تھے "ہر قوم کا ایک تاج ہوا کرتا ہے اور شبلی اس قوم کے تاج ہیں"[عہ]۔

اور یہ بھی مرشد کی خدمت میں آپ اس قدر بیباک ہو گئے تھے کہ اپنے جذبات پاکباطنی کے جوش میں جو چاہتے کر گذرتے۔ چنانچہ ایک دن حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کی صورت دیکھی۔ اور ہاتھ بڑھا کے اُن کے عمامے کی بندش بگاڑ دی۔ جنید نے تو تعرض نہیں کیا۔ مگر حاضرین نے متحیر ہو کے پوچھا "یہ کیا؟" بولے "مجھے اس وقت یہ پگڑی بہت ہی بھلی اور خوشنما معلوم ہوئی۔ اس لیے میں نے اُسے بگاڑ دیا" یعنی میں اپنے مرشد کے لیے زینت دنیوی کو نہیں پسند کرتا۔[عہ]

لیکن باوجود ان قدردانیوں اور ایسی قربت کے راز و نیاز کے حضرت جنید نے اپنی مرشدی اور اُستادی کی وضع نہیں چھوڑی تھی۔ کبھی کوئی ایسی بات نہ ہونے دیتے جس سے شبلی کا نفس موٹا ہو۔ ایک دن خدمت میں بہت سے مرید اور عقیدت کیش حاضر تھے۔ اور شبلی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے شبلی کی تعریف شروع کی کہ اِن میں صدق ہے ذوق و شوق ہے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جو اور کسی میں کم نظر آتی ہیں" حضرت جنید بولے "غلط کہتے ہو۔ یہ تو مردود اور خدا سے دور ہے" پھر حکم دیا کہ "شبلی کو میری صحبت سے نکال دو"۔ جب شبلی اس حکم کے

[عہ] تذکرۃ الاولیا ۔ ۶۹۰ [عہ] نفحات الانس ۔ ۱۷۴ ۔ [عہ] تذکرۃ الاولیا ۶۹۶

مطابق نکالے جا چکے تو ارشاد فرمایا "تمہاری یہ تعریف نہ تھی بلکہ ایک تلوار تھی جس سے تم شبلی کو قتل کیا چاہتے تھے۔ اگر میں نے اختلاف نہ کیا ہوتا تو اُس کا نفس سرکش ہو جاتا۔ وہ تمہارے اِس حربے سے ہلاک ہونے ہی کو تھا کہ میں نے ایک سپر درمیان میں کر دی اور اُسے بچا دیا"[1]

حضرت جنید کے بعد بھی شیخ ابو بکر شبلی کو اپنے مرشد کا ویسا ہی ادب و لحاظ رہتا جیسا پاس ادب کہ اُن کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن جنید مرحوم و مغفور کی تربت پر کھڑے ہوئے تھے کہ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے بجائے جواب دینے کے یہ شعر پڑھ دیا۔ ؎

انی لاستحییت ۃ التراب بیننا
کما کنت استحییتُ وھو یرانی

اس وقت جب کہ وہ ہمارے سامنے خاک میں مدفون ہیں میں اُنسے ویسی ہی شرم کرتا ہوں جیسی شرم اُن سے اُن دنوں کرتا تھا جب وہ مجھے دیکھتے ہوتے تھے[2]

خلاصہ یہ کہ دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں پیر اور مرید گذرے ہیں مگر جنید اور شبلی کے سے مراد و مرید کم نظر آئیں گے جس طرح اب کسی مرید کو جنید کا سا مرشد ملنا دشوار ہے اُسی طرح شبلی کا سا مرید بھی چراغ لے کے ڈھونڈھیے تو کسی مرشد کو نصیب ہو گا۔

مزاج طبیعت اخلاق و عادات اور عام واقعات

باوجودیکہ شبلی کے جذب و جوش اور بے اختیاری و ازخود رفتگی کی کوئی انتہا

---

[1] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۲ [2] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۵۳۔

نہ تھی مگر اُن درویشون اور فقیرون مین نہ تھے جو شرع شریف کی طرف سے غافل و بے پروا ہوجاتے ہین۔ آپ کے شیخ حضرت جنید بغدادی ہی کی نصیحت تھی کہ سوا حضرت رسالت صلعم کے نقش قدم پر چلنے کے خلقت پہ تمام راستے بند ہین۔ عہ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

چنانچہ فرائض دین کے پورے پابند تھے۔ نماز روزہ اور عبادت الٰہی مین ہمیشہ مشغول و منہمک رہتے۔ اور اس حد سے زیادہ انہماک سے طبیعت مین ایک اضطراب سا پیدا ہوگیا تھا۔ پھر اُس اضطراب کے ساتھ یہ کیفیت تھی کہ شرع مطہر نبوی صلعم کی تعظیم مین بہت مبالغہ کرتے۔ رمضان مبارک کا مہینہ آتا تو عبادت کیلیے خاص اہتمام اور بے انتہا کوشش فرماتے۔ اور کہتے "اُس مہینے کی میرے پروردگار نے تعظیم کی ہے تو پھر مین تو اِسکی تعظیم کرنے کا اور زیادہ مستحق ہون" عہ

لیکن روحانی تعلیم اور صفاے باطن کی برکت سے اس زہد و اتقا مین کسی قسم کا عُجب و تکبر نہین پیدا ہونے پایا تھا جیسا کہ اکثر مقتداؤن مین پیدا ہوجاتا ہے فرماتے تھے "میرا تکیہ گاہ عجز و نیاز ہے۔ اور ایک رستے لاٹھی پکڑ کے چلتا ہے" مزلۃ الاقدام دنیا کی حالت دیکھ کے فرماتے "مین چار بلاؤن مین مبتلا ہون۔ (۱) نفس۔ (۲) دُنیا۔ (۳) ہوا۔ (۴) شیطان۔ اور یہین بڑی بھاری مصیبتین مجھ پر آپڑی ہین۔ (۱) حق میرے دل سے دور ہے (۲) باطل حق کی جگہ آکے بیٹھ گیا ہے (۳) ایسا نفس کافر رکھتا ہون جسے اس درد کی دوا کی ذرا بھی فکر نہین" عہ اکثر فرماتے "میری ذلت نے یہود کی ذلت کو مٹادیا۔ ایک شخص سے آپ نے پوچھا اپنا

عہ تلبیس ابلیس۔ عہ ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔ و رسالۂ قشیریہ۔ ۳۴۔ عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۲۔

حال بیان کرو۔ اُس نے کہا "میں حرف ب کے نیچے کا نقطہ ہوں" یعنی نہایت حقیر چیز ہوں۔ آپ نے سُن کے فرمایا "تم میرے گواہ ہو جب تک اپنے تئیں کوئی چیز نہیں سمجھتے"[لہ] آپ کے انکسار کی یہ حالت تھی کہ فرمایا "ایک مدت سے ارادہ کرتا ہوں کہ حسبی اللہ کہوں۔ مگر جب کہنے پر آمادہ ہوتا ہوں دل میں خیال گزرتا ہے کہ بندہ جھوٹ بکتا ہے۔ اور یہ سُن کے میں خاموش ہو جاتا ہوں"[ٹہ]

عبد الرحمن خراسانی جو آپ کے خوشہ چینان باغ ولایت میں سے تھے کہتے ہیں کہ ایک ترکیبی شخص نے حضرت شیخ شبلی کے دروازے پر جا کے دستک دی۔ آپ گھبرائے ہوئے ننگے سر اور ننگے پاؤں باہر نکل آئے اور پوچھا کسے پوچھتے ہو؟ اُس نے کہا شبلی کو۔ سنتے ہی بولے "تم نے نہیں سُنا؟ مات فلان لا رحمہ اللہ[سہ]! (کافر مر گیا خدا اُس پر رحم نہ کرے)۔

زہد و ریاضت نے آخر الامر آپ کے دل میں رنج و الم اور تکلیف و مصیبت کی گوارائی پیدا کر دی تھی۔ رنج سے اُنس ہو گیا تھا۔ اور تکلیف میں ایک مزہ ملنے لگا تھا۔

چنانچہ درگاہ حضرت رب العزت میں دعا کیا کرتے کہ "خداوندا خلقت تیری نعمتوں کی وجہ سے تجھ سے محبت کرتی ہے اور میں تیری بلاؤں کے باعث تجھ سے محبت رکھتا ہوں"[کہ] اور حقیقتاً آپ کو دنیوی سامان عشرت سے بالطبع نفرت تھی چنانچہ ایک دفعہ جوش میں آ کے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ "خدایا! دنیا و آخرت دونوں سے مجھے بخش دے تاکہ ان دونوں کا ایک نوالہ بنا کے کسی یہودی کے منہ

لہ رسالہ قشیریہ ۱۰۔ ٹہ تذکرۃ الاولیاء ۲۶۶۔ سہ نفحات الانس ۱۷۶۔ کہ طبقات الکبریٰ ۱۲۲۔

مین رکھ دون جس کے بعد یہ دونون پردے خلقت کے آگے سے اُٹھ جائین اور اہل عالم منزل مقصود تک پہونچ سکین۔ یہودیون کا حریص وطامع اور انتہا درجے کا دنیا طلب ہونا یورپ مین بھی مشہور ہے۔ اور مسلمانون کے عہد اولین مین بھی مشہور تھا۔ لہذا اس تمام سامان عیش کے دینے کے لیے ایک یہودی کو منتخب کرنا حضرت شبلی کا ایک بڑا شاعرانہ کمال ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اس خیال کو اُنھون نے نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

عبادت وریاضت کے ساتھ اتقا بھی اعلیٰ درجے کا تھا۔ چنانچہ اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ سوا اکل حلال کے کچھ نہ کھائین گے۔[عہ] پھر اس پر بے نفسی اور یکسوئی بھی بلا کی تھی کہ بعض افعال سے جو خلوص اور سچے جوش بے نفسی کا نتیجہ ہوتے جنون کی جھلک نمایان ہو جاتی۔ ایک دن نئے کپڑے پہنے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اتار کے اُنھین آگ مین رکھ دیا۔ لوگون نے اعتراضاً کہا "یہ تو شرع کے بھی خلاف ہے۔" فرمایا "اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم (تم اور جن چیزون کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہون گے) یعنی جس چیز کی طرف تیرا دل مائل ہو وہ بھی تیرے ساتھ آتش دوزخ مین جلائی جائے گی۔ اور اس وقت اس لباس کی طرف میرا دل مائل ہو گیا تھا۔"[عہ]

بعض اوقات اِنھین خیالات سے جوش مین آ کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے۔ اور لوگ سمجھتے کہ مجنون ہو گئے ہین۔ ایک ایسے ہی اتفاق سے موقع پر کسی نے کہا "آپ نے اپنے سب کپڑے پھاڑ ڈالے ہین۔ اور عید سر پر آ گئی۔ لوگ تو اُس دن

عہ تذکرۃ الاولیا۔ ص ۲۹۲ عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۲۲۶۔ عہ تذکرۃ الاولیا۔ ص ۲۹۴۔

زیب و زینت کے ساتھ نئے نئے کپڑے پہن کے آئین گے اور آپ کی یہ حالت بدلی فرمایا "فقیر کی زینت اُس کا فقر اور اُس فقر پر صبر کرنا ہے۔" ایک مرتبہ عید کو (غالباً کسی کے کہنے سننے سے) وہ نئے کپڑے پہن لیے۔ مگر جب عیدگاہ مین پہنچے تو سب کے لباس کے امتیاز کا لحاظ کرتے لوگ ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہین۔ دنیا پرستی کی یہ تصویر دیکھتے ہی اِن کے دل مین کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ اپنے وہ دونون نئے کپڑے اُتار کے ایک تنور مین ڈال دیے۔ لوگون نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا؟ جواب دیا "میرے دل مین آئی کہ جس چیز کی یہ لوگ پرستش کر رہے ہین اُسے جلا دون" اور اس کے بعد اپنا معمولی زرد و سیاہ فقیرانہ لباس پہن لیا۔[عہ]

علیٰ ہٰذا القیاس ابو عبد اللہ رازی جو نیشاپور مین اقامت گزین ہو گئے تھے بیان کرتے ہین کہ ابن انباری نے مجھے ایک صوف کا کپڑا بھیجا تھا۔ اور اُس کے بعد اتفاقاً مین نے شیخ ابو بکر شبلی کے سر پر ایک عمدہ ٹوپی دیکھی جو اُس صوف کے لباس پر موزون اور اُس کے جوڑ کی تھی۔ میرے دل مین خیال گزرا کہ کاش یہ دونون چیزین میرے پاس ہوتین۔ انھون نے اس ٹوپی کو کچھ ایسی لالچ کی نگاہ سے دیکھا تھا کہ شبلی اِن کے دل کی ہوس پرستی کو سمجھ گئے۔ جب اُس صحبت سے جس مین تھے اُٹھ کے چلے تو ابو عبد اللہ رازی کی طرف پھر کے دیکھا۔ ابو عبد اللہ کہتے ہین یہ اُن کا معمول تھا کہ جب مجھے ساتھ لیجانا ہوتا تو اُٹھتے وقت میری طرف دیکھ لیا کرتے۔ چنانچہ یہ اشارہ پاتے ہی مین اُن کے پیچھے ہو لیا۔ اپنے گھر مین پہنچ کے مجھے بھی اندر بلا لیا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر مجھ سے کہا "اپنا یہ صوف کا کپڑا اُتار دو

[عہ] طبقات الکبریٰ ۔۱۲۲۔۱۲۳۔

مین نے اُتار کے حوالے کیا تو اُسے لپیٹ کے رکھا۔ پھر اپنی وہ ٹوپی سر سے اُتار کے اُس پر رکھ دی۔ اور آگ منگوا کے دونون کو جلا دیا[۱]۔

کچھ اسی واقعہ پر منحصر نہین۔ معمول تھا کہ جب کبھی کوئی کپڑا صوف ہو یا پیراہن ٹوپی ہو یا پائجامہ نفس کو بھلا معلوم ہوتا تو اسے لپیٹ کے آگ مین ڈال دیتے۔ جلا کے خاک کر دیتے۔ اور کہتے "جس چیز کی طرف نفس مائل ہو اور وہ ماسوی اللہ ہو اُس کا تلف کر دینا واجب ہے۔" لوگون نے عرض کیا "تو حضرت آپ اُسے صدقہ کیون نہین کر دیتے؟" فرمایا "اس طرح اس کی صورت و حالت تو باقی رہے گی۔ کبھی کسی دوسرے کے جسم پر دیکھ کے کبھی دل کو رغبت ہوتی ہے۔ جلانے سے وہ جھٹ پٹ تلف ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب ختنہ کا حکم ہوا تو انھون نے فوراً کلھاڑی سے اپنا ختنہ کر ڈالا۔ لوگون نے کہا کہ آپ نے اتنا صبر کیون نہ کیا کہ تیز اوزار فراہم کر لیتے۔ تو جواب مین ارشاد فرمایا کہ خدا کے حکم مین اتنی تاخیر کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔"

اُن کے لباس کی یہ وضع تھی کہ ابتداءً سیاہ کپڑے پہنا کرتے تھے۔ کیونکہ امرائے دولت مین سے تھے۔ اور بنی عباس کے دور مین خود خلفا اور اہل دربار بلکہ تمام امرائے مملکت کا لباس سیاہ رنگ کا ہوا کرتا تھا۔ لیکن جب فقرا اور اہل باطن کے زمرے مین شامل ہوئے تو خرقہ پہننے لگے[۳] جو مشائخ باطن کی عام وضع تھی۔ اور غالباً اُس کا رنگ زرد ہو گا۔ جیسا کہ اشارۃً اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ یہی رنگ آج تک فقرا و مشائخ مین رواج پذیر ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے حالات مین ہم بیان کر چکے ہین کہ اُنھین خرقہ پہننے

---

[۱] القشیریہ ۱۳۹ ۔ [۲] طبقات الکبریٰ ۱۳۲ [۳] تذکرۃ الاولیا ۔ ۶۹۱ ۔

سے انکار تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ ان کے مرید خاص ابوبکر شبلی کو ہم وہی لباس پہنے دیکھتے ہیں جسے جنید نے اپنے لیے ناپسند کیا تھا۔ بعض کوتہ اندیش حضرت جنید پر اعتراض کر بیٹھیں گے کہ "انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند" لیکن اتنے بڑے بزرگ پر ایسی ذلیل نکتہ چینی کرنا گستاخی ہے۔

لباس کی بحث آج کل بھی اکثر چھڑا کرتی ہے کیونکہ لباس پر زمانہ اور طرز معاشرت کا مذاق بدل جانے سے ہندوستان ہی نہیں ساری دنیا کے مسلمانوں میں انگریزی لباس روز بروز زیادہ رواج پذیر ہوتا جاتا ہے۔ کوتہ خیال بزرگ فرماتے ہیں کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم۔ ان لوگوں کا حشر بھی عیسائیوں ہی کے ساتھ ہوگا۔" نئے خیالات والے آزاد مشرب کہتے ہیں کہ "اسلام ساری دنیا کے لیے ہے اس نے کوئی وردی مخصوص نہیں کی۔ اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو یہ معاملات دینی کے ساتھ مخصوص ہے نہ معاشرت سے۔ ورنہ خود آنحضرت صلعم نے جبہ رومی پہنا ہے جو اس دور کا انگریزی کوٹ تھا۔"

سچ یہ ہے کہ اب ان تنگ خیالیوں کا زمانہ نہیں رہا۔ اچھا اور برا زیادہ تر تعلق انسان کی نیت اور اس کے قصد و خواہش سے ہوا کرتا ہے۔ ہر طبقہ اور ہر گروہ کی ایک وضع ہوتی ہے۔ اور اس کا کوئی نہ کوئی زی و لباس ضرور ہوا کرتا ہے۔ اس زی میں ہونا بغیر زبان سے کہے بتا دیا کرتا ہے کہ یہ شخص اس گروہ اور طبقہ سے علاقہ رکھتا ہے۔ اس کی ضرورت دین کو نہیں بلکہ معاشرت کو اور دنیوی سوسائٹی کو ہے تاکہ صورت دیکھتے ہی ہر شخص کے ساتھ اس کی شان و حالت کے مناسب برتاؤ کیا جا سکے لیکن علما و مشائخ چونکہ قوم کے مقتدا اور سرتاج ہوا کرتے ہیں لہذا ان میں اکثر

اسی لباس کے پہلو سے ریاکاری و نمود اور تبختر و خیلاء (نخوت) کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سبب سے عام لباس اور درویشانہ زی مین دو جہتین پیدا ہو گئی ہین یعنی ممکن ہے کہ کوئی ریاکاری و نمود سے بچنے کے خیال سے اُسے ترک کر دے۔ اور کوئی یہ خیال کرے کہ مین جس گروہ کی وضع اختیار کرون گا۔ اُسی گروہ کے خصائل و عادات اختیار کرنے کا شوق دل مین پیدا ہوگا اُسے اختیار کرلے۔ اگرچہ دونون کے مذاق مین اختلاف اور بون بعید ہے مگر دونون شخص اپنی جگہ پر نیک نیت ہین اور کمال پاکبازی کا ثبوت دے رہے ہین۔

حضرت جنید اس قدر مشہور و معروف تھے کہ ضرورت نہ تھی فقیرانہ لباس کو ذریعۂ تعارف قرار دین۔ بخلاف اس کے اُن کے مریدین کے لیے فقیرانہ وضع کا قائم رکھنا لازمی تھا کیونکہ اور لوگ درکنار بعض کو شاید بعض اوقات خود بھی بھول جاتا کہ ہم درویش ہین یا کوئی دنیادار۔ رہا یہ کہ حضرت شبلی نے ارادت کے مراحل طے کر کے جب ارشاد کا درجہ حاصل کر لیا تو اُس وقت بھی اِس لباس سے کیون نہ کنارہ کشی کی اِس کا فیصلہ مناسب ہوگا کہ ہم حضرت شبلی ہی کے مذاق و خیال پر چھوڑ دین۔ اُنھین اپنی بے نفسی طبیعت پر اطمینان تھا کہ اُن کا خرقہ کبھی دلق سالوس نہ بنے گا۔ اور کبھی کبر و نخوت مین نہ مبتلا ہون گے۔ اور اپنے فقیرانہ مشاغل کا شوق قائم رکھنے کے لیے وہ مناسب نہین سمجھتے تھے کہ اُس مقدس گروہ کے زی و لباس کو چھوڑ دین۔

اسی طرح آج کل کے کوٹ پتلون پہننے والون کی نسبت بھی ہمین کوئی عام رائے نہ قائم کر دینی چاہیے کیونکہ ان مین بھی مختلف مذاق و مقاصد کے لوگ ہین۔ اور اسکے لیے بھی مختلف جہتین پیدا ہو گئی ہین۔ بعض اسے آج کل کی وضع امارت تصور کرتے ہین

بعض اس میں پھرتیلا پن یا اور قسم کی معاشرتی سہولتیں اور خوبیاں پاتے ہیں۔ بعض بجائے عیسائیوں کے اسے ترکوں کا لباس خیال کر کے اختیار کرتے ہیں۔ اور شاذ و نادر ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا جو محض اس لیے انگریزی لباس پہنتا ہو کہ عیسائیوں کا لباس ہے۔ اور سب سے بڑی اور صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کو دینی مسئلہ بنانا ہی غلطی ہے کیونکہ جیسا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں یہ ایک معاشرت و سوسائٹی کا مسئلہ ہے۔ اور دنیوی امتیاز و تعارف کے لیے ہے نہ ثواب و عقاب حاصل کرنے کے لیے۔

حضرت شبلیؒ اگرچہ عموماً زرد رنگ کا لباس پہنا کرتے تھے مگر کبھی کبھی سیاہ لباس بھی پہن لیا کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عید کے دن سیاہ کپڑے پہنے وجد و بیخودی کی حالت میں نظر آئے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت یہ سیاہ کپڑے کیوں؟ فرمایا "خلقت کی مصیبت کے غم میں۔ اس لیے کہ خدا سے غافل ہے"[عہ]

حضرت شبلیؒ خود خرقہ پوش تھے مگر نمائشی خرقہ پہننے والوں کی نسبت ان کے جو خیالات تھے اُن کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن ایک شخص نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا کہ "آپ کے اصحاب اور مریدوں کی ایک جماعت آئی ہے۔ اور وہ لوگ جامع مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔ آپ اُن سے ملنے کو تشریف لے گئے تو دیکھا کہ سب کے سب خرقہ پہنے ہوئے ہیں۔ دیکھتے ہی فرمایا: "اما الخیام فانہا کخیامہم وأری نساء الحی غیر نسائہا"[عہ] (خیمے تو ہاں ویسے ہی ہیں مگر قبیلہ کی عورتیں دوسری معلوم ہوتی ہیں) یعنی لباس تو بے شک تارک الدنیا بزرگوں کا سا ہے مگر پہننے والے ویسے نہیں بلکہ نفس پرست ہیں۔

[عہ] تذکرۃ الاولیاء ۱۰۱ [عہ] تلبیس ابلیس (تلبیس علی الصوفیۃ فی لباسہم)

آپ کا معمول تھا کہ بغداد مین جامع منصور کے اندر فقیہ ابوعمران کے حلقۂ درس کے برابر بیٹھ کے خلق اللہ اور طالبان حقیقت کو روحانی درس دیا کرتے۔ اور گرد مریدون کا حلقہ ہوتا۔[عہ] آپ کے خادم ابوبکر اصفہانی بھی اس حلقۂ فیض مین شریک رہا کرتے۔ اُنھین کا بیان ہے کہ ابن سمعون جو بعد کے زمانے مین ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے ولی کامل ہوئے ہین اور "الناطق بالحق" کے محترم لقب سے مشہور تھے اُن کا بچپن کا زمانہ تھا۔ ایک نہایت ہی پُرتکلف ٹوپی بانکپن کی وضع سے پہنے ہوئے بچون کی طرح وہ مسجد مین داخل ہوئے شبلی کے قریب آئے۔ اور بغیر اس کے کہ اُنھین سلام بھی کرین آگے بڑھ گئے۔ وہ پیٹھ پھیرے جا رہے تھے کہ شبلی نے اُن طرف اشارہ کرکے مجھ سے کہا

"ابوبکر جانتے بھی ہو کہ اس بچے مین خدا کے کیا کیا ذخیرے ہین"[عہ]

یہان حضرت شبلی کی فصیح البیانی اکثر اوقات ابوعمران کے حلقۂ درس کے طلبہ کو خاموش کر دیا کرتی اور ان کا وعظ سُننے کے شوق مین وہ اپنا درس بھول جایا کرتے۔ ایک دن ابوعمران کے طلبہ نے اپنے زعم مین خیال کیا کہ کوئی فقہی مسئلہ پوچھ کے ہم شبلی کو خاموش کر دین گے۔ اور مجمع عام مین شبلی کی سُبکی ہوگی۔ چنانچہ اُنھون نے آپ سے مسئلۂ حیض پوچھا۔ اُنھون نے اس مسئلہ مین علماے سلف اور مجتہدین کے اقوال بیان کرنا شروع کر دیے۔ پھر اُن کے باہمی اختلافات بتائے غرض ایسی سچی اور پُراثر تقریر کی کہ تمام سامعین مبہوت و حیرت زدہ رہ گئے۔ اور خود ابوعمران نے اُٹھ کے شبلی کے سر پر بوسہ دیا۔ اور کہا "ابوبکر مین نے اس مسئلے مین بارہ نئی باتین تم سے حاصل کین جن کو اس سے پہلے کبھی نہین سُنا تھا۔

عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۳۵ عہ نفحات الانس - ۲۲۱ -

تم نے جو کچھ بیان کیا اُس میں سے صرف تین امر مجھے معلوم تھےعہ

یہی صحبت تھی جس میں ممبر پر بیٹھ کے وہ اُن رموز عرفان اور باریک حکم وحدت کو بیان کیا کرتے جن کی نسبت حضرت جنید کو خاص طور پر اخفا کا اہتمام رہتا اور بار بار حضرت شبلی سے کہتے کہ [illegible] آپ کی صحبت میں ہر قسم کی ایسی تعلیم دیتے اور رموز [illegible] کے بیان کرنے کے لیے اس قدر مستعد رہتے تھے کہ کبھی اگر ایسا اتفاق ہوتا [illegible] تو ذرا سست پڑ جاتے۔ اور کوئی طالب حقیقت کوئی بات نہ پوچھتا تو جوش میں آ جاتے [illegible] ووقع القول علیہم بما ظلموا فہم لا ینطقونعلہ (ان [illegible] ان کی [illegible] خدا کا جو کہنا تھا پورا ہوا۔ ہم ان کے مُنہ سے بات نہیں نکلتی۔)

زندگی میں بارہا بیمار ہوتے ہوں گے۔ مگر صرف دو بار ایسا اتفاق ہوا کہ لوگ اُنھیں بیمارستان یعنی دار الشفا میں اٹھا لے گئےسہ لیکن وہاں بھی اُن کی ولایت وقناعت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی شان قائم رہا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک بار طبیب نے کہا: پرہیز کیجیے۔ کہا: کس چیز سے؟ جو قسمت میں ہے اُس سے یا اُس سے جو نہیں ہے؟ جو چیز تقدیر میں ہے وہ ہر طرح پہنچے ہی گی۔ رہی وہ جو نہیں ہے اُسے میں چاہوں بھی تو نہیں مل سکتیملہ۔

سنہ ۳۰۱ھ میں المقتدر باللہ نے علی بن عیسیٰ کو خلعت وزارت سے سرفراز کیا تھا جس نے سنہ ۳۱۵ھ میں دوبارہ عہدۂ وزارت کا چارج لیا اور پبلک نفع رسانی

عہ رسالۂ قشیریہ ص ۲۳۔ مرآۃ الجنان یافعی [illegible] سنہ ۳۳۴ھ علہ رسالۂ قشیریہ ص ۲۲

سہ نفحات الانس ص ۱۲۸ ملہ تذکرۃ الاولیاء ص ۲۰۰

کے لیے بہت سے کام کیے۔ مسجدیں تعمیر کرائیں۔ پرانی مسجدوں کی مرمت کرائی۔ اُن میں فرش اور روشنی وغیرہ کا انتظام کیا۔ اماموں، قاریوں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ جابجا دارالشفائیں قائم کرائیں۔ اُن پر نامی گرامی اطبا مقرر کیے۔ اور دوا دارو وغیرہ کے علاوہ مریضوں کے آرام و راحت کا بھی بندوبست کیا۔ جہاں یہ سب انتظامات ہوئے۔ وہاں خدا کی قدرت کہ اسی سال سارے عراق میں امراض وبائیہ میں لوگ اس قدر مبتلا ہوئے کہ ہزارہا خلقت مر گئی۔ حتی کہ بہت سے مکانوں کے دروازے بند ہو گئے۔ کیونکہ کوئی رہنے والا باقی نہ رہا تھا۔

انھیں دنوں اتفاقاً ابوبکر شبلی بھی سخت بیمار ہوئے۔ اور دارالشفا میں لا کے رکھے گئے۔ وزیر علی بن عیسیٰ آپ کے فضل اور کمال باطنی کا معتقد تھا۔ اسے خبر ہوئی تو فوراً خلیفۂ وقت المقتدر باللہ کو اطلاع کی۔ خلیفہ نے بھی شبلی کی بیماری کو اس قدر امر اہم تصور کیا کہ اپنے طبیب خاص کو جو سر الاطبا ہونے کے شرف سے ممتاز اور ملت عیسوی کا پیرو تھا۔ آپ کے علاج پر مامور کیا۔ اُس نے بڑی توجہ سے علاج کیا۔ اور خدا نے آپ کو شفا عطا فرمائی۔ صحت کے بعد اُس دربار خلافت کے محترم طبیب نے ایک دن شبلی سے کہا خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کے علاج کے لیے اپنے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ دینے کی ضرورت ہے تو میں اس سے کبھی دریغ نہ کرتا۔ بلکہ خوشی سے گوارا کر لیتا۔ یہ سُن کے شبلی نے جواب دیا۔ مگر میری دوا کچھ اور ہی ہے۔ حکیم صاحب نے پوچھا "وہ کیا؟" فرمایا "یہ کہ اپنی صلیب توڑ کے مسلمان ہو جاؤ۔" طبیب اِن کے کمالات کا اس قدر معتقد ہو چکا تھا کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ اور بلا تامل پیروان دین

عہ ابن اثیر جلد ہشتم۔ ۲۲-۲۷۔

محمدی مین داخل ہوگیا۔ جب یہ خبر خلیفۂ المقتدر باللہ کو پہنچی تو ہنس کے بولا "ہمنے مریض کے پاس طبیب کو بھیجا تھا یہ نہین سمجھے تھے کہ طبیب کے پاس مریض کو بھیجتے ہین"[۱]

خداجانے یہ اسی زمانے کا واقعہ ہے یا کسی اور زمانے کا کہ بیمار ہوئے۔ اور دارالشفا مین جا کر رہے۔ وزیر سلطنت (اُن دنون جو کوئی ہو) عیادت کو آیا۔ اُس نے اِس سے پیشتر اکثر ان کو یہ کہتے سنا تھا کہ "جس صدیق کا معجزہ نہ ہو وہ جھوٹا ہے"۔ اب اس موقع پر اُس نے باتون باتون مین آپ کا یہ مقولہ یاد دلا کے کہا "ہان یہ تو فرمایئے کہ اب آپ کا وہ معجزہ کیا ہوا؟" سنتے ہی جوشِ دینی کے لہجے مین بولے "میرا معجزہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے اوامر و نواہی مین اُس کے حکم کی پیروی کرون"[۲] اور سچ یہ ہے کہ یہی ہر مومن و دیندار کا معجزہ ہونا چاہیے۔ اِس واقعہ مین معجزہ لغوی معنون مین "کرامت" کے محل پر استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ متاخرین کی اصطلاح شرع مین معجزہ صرف اُس خارقِ عادت واقعہ کو کہتے ہین جو کسی پیغمبر سے ظاہر ہو۔

11 555
188

بیماری اور دارالشفا مین پڑے ہونے کے زمانے مین بھی آپ کے جذبات ولی اکثر نظر آجاتے۔ اور جوشِ وحدت کی بیخودیان عجیب شان دکھا دیتین۔ چنانچہ دارالشفا مین پڑے ہوئے تھے کہ چند لوگ ملنے کو آئے۔ آپ نے اُن سے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" اُنھون نے عرض کیا "ایں! آپ نے پہچانا نہین! ہم آپ کے دوست اور احباب ہین۔ بیمار سنا تھا۔ عیادت کو حاضر ہوئے ہین" سنتے ہی آپ پر جنون سوار ہوا تو پتھر پھینک پھینک کے اُنھین مارنا شروع کیا۔ اور وہ سب بدحواس بھاگے[۳] تب اُن سے چلا کے کہا "جھوٹو! میرے دوست ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو۔"

---

[۱] روض الریاحین یافعی ۱۱۴-۱۱۵ [۲] طبقات الکبری للشعرانی ۱۲۰ [۳] رسالہ قشیریہ ۱۱۲-۱۱۹

یہ بے صبری کیسی کہ یہان دوڑے آئے ہو؟"

یہ جوشِ جنون کی سی شان آپ پر زیادہ تر وفورِ عبادت اور جذباتِ وحدت مین محو ہو جانے کے سبب سے طاری رہا کرتی تھی۔ اور بہت کچھ دخل اِس مین اِس امر کو بھی تھا کہ متعدد مجنونون کو دیکھا۔ جن کی باتون مین آپ کو نورِ حق کا جلوہ نظر آ گیا۔ خود فرماتے ہین کہ ایک دن بہلول (جن کا نام ہمارے فارسی لٹریچر مین بہت مشہور ہے اور باوجود مجنون ہونے کے بہلول دانا کہے جاتے ہین) میرے قریب سے ہو کے گذرے۔ ایک نرکل پیرون کے نیچے تھا جس پر بچپن کی طرح سوار تھے۔ ہاتھ مین ایک گُرز تھا اور مقام جبانہ کی طرف جا رہے تھے۔ مین نے پوچھا "بہلول کدھر کا ارادہ ہے؟" بولے "اللہ جل شانہ کے سامنے جائزہ دینے جا رہا ہون" یہ کہہ کے چلے گئے۔ اور مین خاموش ہو رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہون کہ پلٹے چلے آتے ہین۔ اور اِس حالت سے کہ وہ نرکل جو اُن کا گھوڑا تھا ٹوٹ گیا ہے۔ اور دونون آنکھین روتے روتے سُرخ ہو گئی ہین۔ مین نے پوچھا "کہو کیا گذری؟" جواب دیا "اُس کے سامنے مین جا کے کھڑا ہوا۔ امید تھی کہ خادمون مین میرا نام لکھ جائے گا لیکن جیسے ہی مجھے پہچانا نکلوا دیا" یہ کہہ کے بہلول تو چلے گئے۔ مگر اِن کے دل پر ایسا اثر نہین چھوڑ گئے تھے کہ زندگی بھر مٹ سکتا۔

علیٰ ہذا القیاس فرماتے ہین ایک جمعہ کو جامع رُصافہ کے پاس مین نے ایک مجنون کو دیکھا کہ ننگا کھڑا ہے اور کہتا ہے "مین اللہ میان کا سڑی ہوتا" مین نے کہا "اللہ میان کے سڑی ہو تو پھر اُس کی مسجد مین کیون نہین آتے کہ کپڑے پہن

عــہ روض الریاحین یافعی ۵۰۔ ۵۱۔

نماز پڑھو"۔ میری یہ درخواست سُن کے اُس نے یہ دو شعر پڑھے۔

يَقُولُونَ زُرْنَا وَاقْضِ وَاجِبَ حَقِّنَا   وَقَدْ أَسْقَطَتْ حَالِي حُقُوقَهُمْ عَنِّي

کہتے ہین کہ ہماری زیارت کو آؤ اور ہمارے مفروضہ حقوق ادا کرو۔ حالانکہ میری حالت ایسی ہو رہی ہے جس نے اُن کے تمام حقوق میرے اوپر سے ساقط کر دیے۔

إِذَا أَبْصَرُوا حَالِي وَلَمْ يَأْنَفُوا لَهَا   وَلَمْ يَأْنَفُوا مِنْهَا أَنِفْتُ لَهُمْ مِنِّي

جب اُنھون نے میری حالت دیکھی اور اُس کی پروا نہ کی اور اُس سے تعلق نہ رکھا تو مین نے بھی اُنھین اپنی طرف سے بے تعلق کر دیا۔

خود ہی ایک[عہ] دفعہ کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ مین نے دیکھا ایک مجنون چلا جاتا ہے اور بازار کے لڑکے اُس کے پیچھے ہین جو اُسے پھینک پھینک کے پتھر مار رہے ہین۔ یہان تک کہ اِن پتھرون سے اُس غریب کا سر پھٹ گیا اور سارا مُنہ خون آلود ہے۔ یہ حالت دیکھ کے مین نے لڑکون کو جھڑکا اور ڈانٹا کہ "کیون اِس غریب کو ستاتے ہو؟" لڑکون نے کہا "جناب آپ اس مین دخل نہ دین۔ ہم اِسے بے مارے نہ رہین گے۔ یہ کمبخت تو کافر ہے!" مین نے کہا "تم نے کیسے جانا کہ یہ کافر ہے؟" سب بولے "جناب اُس کے دل مین بسی ہوئی ہے کہ مین خدا سے ملتا ہون۔ اور اُس سے باتین کرتا ہون۔" تب مین نے کہا "اچھا ذرا ٹھہرو۔ مین اِس سے دو دو باتین کر لون۔" پھر مین اُس مجنون کے قریب گیا تو دیکھا کہ آپ ہی آپ باتین کرتا اور ہنس ہنس کے کہہ رہا ہے "بس یہ تو نے خوب کیا کہ اِن لڑکون کو مجھ پر

[عہ] ابن خلکان۔ ۳۵۔ و مرآۃ الجنان حالات سنہ ۳۳۴ھ

مسلط کر دیا۔ تاکہ بتائین۔" مین نے کہا "تم نے سنا بھی کہ لڑکے کیا کہتے ہین؟" فوراً میری طرف دیکھ کے پہلے کہا "ابن الشبلی!" پھر پوچھا "کیا کہتے ہین؟" مین نے کہا کہتے ہین کہ تم اپنے گمان مین خدا کو دیکھتے اور اُس سے باتین کرتے ہو؟" یہ الفاظ سنتے ہی اُنھنے جوش و خروش سے ایک نعرہ مارا۔ اور کہا "شبلی قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے اپنی محبت مین مبتلا کیا۔ اور پھر اپنے قرب و بُعد کے درمیان مین اٹکا رکھا ہے۔ ایک چشم زدن کے لیے بھی اگر وہ میری نظر سے اوجھل ہو جائے تو مین صدمۂ فراق سے تڑپ تڑپ کے پاش پاش ہو جاؤن۔" پھر یہ شعر پڑھا۔

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی　　　ومثواک فی قلبی فاین تغیب

(تیرا خیال میری آنکھون مین ہے۔ تیرا ذکر میری زبان پر ہے۔ اور تیرا مقام میرے دل مین ہے۔ پھر تو کہان چھپ کے جائے گا؟) اور یہی شعر پڑھتا ہوا بھاگا چلا گیا۔[عہ] اگر غور سے دیکھیے تو یہ واقعات بھولنے والے نہ تھے۔ اور ایک شخص کو جس کا دل حضرت ابو بکر شبلی کا ایسا ہو خدا جانے کیا بنا دے سکتے تھے۔ اِن سب پر طرّہ یہ ہوا کہ انھین دنون حسین بن منصور حلاج کا واقعہ پیش آیا۔ جو انھین کے مرشد حضرت جنید کے مرید۔ جذبات مین ڈوبے ہوئے۔ اور ایسے مخفی الحال شخص تھے کہ خدا جانے کیا تھے اور کس مذاق کے تھے۔ صوفیۂ متاخرین اور تقریباً کل شعرائے فارس نے اُنھین ایک ولی کامل۔ اعلیٰ درجے کا صوفی صافی۔ جذبات وحدت مین غرق۔ اور فنائیت کے درجے پر پہونچا ہوا شیخ باطن تسلیم کر لیا ہے۔ گو اُن کی نسبت بڑے بڑے اختلافات ہین مگر صوفیۂ متاخرین کا دعوی ہے کہ اُنھون نے جوش مین آ کے نعرۂ

[عہ] روض الریاحین یافعی۔ ۵۲۔

"انا الحق" بلند کیا یہ خلاف شرع شریعت دعوے اگرچہ اہل ذوق کے گوش باطنی کو ناگوار ہونے کے عوض سچا معلوم ہوا مگر علمائے خلیفہ المکتفی باللہ کے دربار مین شکایت پیش کی جس کے حکم سے اس عہد کے علما اور قاضیون نے قتل کا فتوی دیا۔ اور حسین بن منصور مصلوب ہونے کے بعد قتل کیے گئے۔

ظاہر ہے کہ خود اپنے ہی مرشد کے ایک مرید اور اپنے ہی مکتب عرفان کے ایک طالب حق کو ایسی حالت مین مبتلا دیکھ کے آپ کے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ اور کیسے کیسے خیالات دل مین گذرے ہون گے؟ تاہم اتنی احتیاط ضرور تھی کہ جب منصور نے آپ کو اپنے ہم خیال و ہم عقیدہ لوگون مین بتایا تو آپ نے اگرچہ اس خیال و عقیدہ سے اپنی برأت ظاہر کی مگر حسین بن منصور حلاج کے قتل کا فتوی دینے سے بھی ہاتھ روکا۔ اور جو کچھ فرمایا صرف اس قدر تھا کہ "جس شخص کے ایسے خیالات ہون۔ روکا جائے۔"عہ جس امر مین کہ ابو العباس عطا، ابو عبد اللہ خفیف ابو القاسم نصر آبادی اور ابو العباس سریج کے ایسے نامی گرامی بزرگان زمانہ نے بھی آپ سے اتفاق کیا۔ بلکہ متاخرین کی ایک روایت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شبلی نے چاہے صریح الفاظ مین حلاج کے اقوال کی تصدیق نہ کی ہو مگر ضمناً اُن کی حقیقت تسلیم کر لی۔ اس لیے کہ حلاج جب مصلوب کیے گئے تو شبلی سُولے کے نیچے جا کے کھڑے ہوئے۔ اور اُن سے کہا۔ "اَوَلم ننہک علے العالمین" (یعنی اہل عالم پر آشکارا کرنے سے ہم نے تمھین نہین منع کیا تھا؟) جس قاضی نے قتل کا فتوی دیا تھا سُن کے بولا "وہ (حلاج) تو پیغمبری ہی کا دعوی کر رہا تھا مگر یہ (شبلی) خدائی کا بھی دعوی کر رہے ہین۔"

عہ تلبیس ابلیس۔ باب ۱۰ فصل ۵۔

شبلی نے اس کے جواب میں کہا "جو یہ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں مگر فرق یہ ہے کہ دیوانگی نے مجھے بچا لیا۔ اور عقل نے انھیں تباہ کیا"عہ

لیکن ہمیں مذکورۂ بالا واقعہ کے صحیح ہونے میں شک ہے کیونکہ ہمدانی کی یہ روایت زیادہ قابلِ وثوق ہے کہ "حسین بن منصور کے قتل کے وقت جناب شبلی نے فاطمہ نیشاپوریہ نام ایک عورت کو ان کے پاس بھیجا۔ اور اس کے ذریعہ سے چند باتیں دریافت کرائیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ "تصوف کیا چیز ہے؟" اس کا جواب الحلاج نے یہ دیا کہ "جو کچھ ہوں میں ہی ہوں۔ کیونکہ میں نے بجدے لم یزل کبھی ایک گھڑی کے لیے بھی لذت والم میں امتیاز نہیں کیا"عہ

حضرت شبلی کو سب سے پہلے قناعت کا سبق دیا گیا تھا اور اسی وجہ سے آپ میں دنیا طلبی نام کو بھی نہ تھی۔ مگر دنیا بری چیز ہے۔ ایک آدھ مرتبہ کسی دنیادار سے کچھ درخواست کرنے پر مجبور ہونا ہی پڑا۔

چنانچہ ایک امیر کے پاس آدمی بھیج کے کچھ منگوایا تو اس نے اعتراضاً کہلا بھیجا "جس سے آخرت وعقبیٰ کے طالب ہوا کرتے ہو اسی سے یہ بھی مانگو۔" یوں تو شیخ شبلی بہت ہی سبک نفس بزرگ تھے مگر زہد و تقویٰ اور ریاضت و عبادت نے انھیں توحید و خدا پرستی کے رستے میں بڑا ہی صاحبِ جلال بزرگ بنا دیا تھا۔ جواب میں اس کے پاس کہلا بھیجا کہ "تو ذلیل ہے اور دنیا بھی ذلیل ہے۔ اس کے مقابل خدا شریف ہے اور آخرت بھی شریف ہے۔ لہٰذا میں ذلیل کو ذلیل سے اور شریف کو شریف سے

عہ نفحات الانس ۱۳۹ ۔ ۱۵۰ عہ لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ از ابتدا تا عہد فردوسی مصنفہ
ایڈورڈ براؤن۔ صفحہ ۴۳۴۔

انگتا ہون عہ کو اس جواب کے ایک ایک لفظ سے غیظ و غضب اور جوش و جلال کی چنگاریان کل رہی ہین۔ مگر کس قدر سچی بات کہی ہے۔

ایسا نہ تھا کہ آپ صرف اپنے مدرسۂ باطن کے طلبہ اور حلقہ نشینان درسگاہ ارادت کی رہبری و مقتدائی اور تعلیم و تربیت ہی مین مشغول و مصروف رہتے ہون اور دیگر ائمۂ باطن کی تعلیمون اور اُن کے حالات سے بے پروا ہو جائین یہ سچ ہے کہ ایک عابد و مرتاض بزرگ کا کام یہی ہے کہ جس سے لو لگائی اُس کے سوا کل چیزون کا خیال صفحۂ دل سے مٹا دے۔ لیکن چونکہ آپ امام اہل باطن تھے اور اپنے نفس کی تکمیل کے سوا دوسرون کے کمال کی فکر مین بھی رہا کرتے تھے اس لیے ضرور تھا کہ دیگر مشائخ باطن اور معاصر علمائے طریقت کے حالات و تعلیمات کی تنقید بھی فرماتے رہین۔

اس بارۂ خاص مین آپ کی سرگرمی اور جستجو کا اس سے پتہ چلتا ہو کہ جب آپ نے ابو علی ثقفی کے کمالات باطن کی کیفیت سُنی جو خراسان کے شہر نیشاپور مین گوشہ گیر تھے اور بلاد مشرق کے شیخ طریقت بنے ہوئے تھے تو اپنے حلقۂ ارادت کے ایک معتمد و صاحب علم شخص کو نیشاپور بھیجا اور حکم دیا کہ پورے ایک سال تک ہر صبح و شام اُنکی صحبت مین شریک ہو اُنکی زبان سے جتنی باتین سنو اُن کو بقید وقت لکھو۔ اور پھر ملفوظات کے اس ذخیرے کو میرے سامنے لا کے پیش کرو۔ وہ شخص گیا۔ اور اس طرح خاموشی کے ساتھ شیخ ابو علی ثقفی کے پند و نصائح کو قلمبند کرتا رہا کہ نیشاپور مین کسی کو گمان بھی نہین گذرا کہ بغداد کے شہنشاہ معرفت کا کوئی جاسوس خراسان کے اس روحانی دربار مین موجود ہو۔ یہ ملفوظات اُس نے اس ترتیب سے جمع کیے

عہ عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی - ۱۶۲ -

دو جلدیں کریں۔ ایک میں صبح کے وقت کی نقلیں تھیں اور ایک میں شام کے وقت کی۔ ختم سال پر جب وہ مریدان ملفوظات کو لے کے حاضر ہوا تو آپ نے دونوں جلدوں کو بڑے خوض و تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمایا۔ اور غور کامل کے بعد فرمایا "اس شیخ کی صبح کی باتیں تو علم حقائق کے رموز ہی نہیں معجزات ہیں۔ مگر رات کا کلام ناقص و فاسد ہے۔ اور حقیقت معرفت سے دور۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب کو وہ اپنے ستری مشاغل میں مصروف رہتا ہے۔ اور صبح کو ایسا پاکباطن اٹھتا ہے کہ کلام میں یہ اعلیٰ درجے کی خوبیاں نظر آتی ہیں۔" یہ کہہ کے اپنے اس شاگرد سے پوچھا "تم نے شیخ کے گھر میں جا کے فرش ظروف اور سامان خانہ داری کو بھی کبھی دیکھا تھا وہاں اس قسم کی چیزیں ہیں جنھیں لوگ زینت دنیا کہتے ہیں؟" عرض کیا "جی ہاں میں نے وہاں فرش دیکھا۔ اور اکثر ایک دمشقی طشت کو دیکھا کرتا جو مکان کے ایک کونے میں رکھا رہا کرتا تھا۔" اتنا سنتے ہی آپ جوش و خروش سے چلا اٹھے۔ اور فرمایا "بس یہی چیز ہر شام کو اُن کی حالت بدل دیا کرتی ہے" عہ

یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ باوجود مشاغل باطنی اور خدا شناسی کے جذب و جوش کے آپ معاصر مشائخ باطن کے حالات سے کس قدر واقف رہا کرتے تھے۔

آپ کی حالت پر غور کیا جائے تو اول سے آخر تک خوف الٰہی کے جذبات طاری نظر آتے ہیں۔ اور خود ہی فرماتے تھے "کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ مجھ پر خوف طاری ہوا ہو اور ساتھ ہی حکمت و عبرت کے دروازے میرے دل پر نہ کھل گئے ہوں" عہ

آپ کے خصائل و عادات سے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے بھی

عہ طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۔ ۱۷۲، ۱۷۳۔ عہ تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۰۴

اپنی بے مثل و بے نظیر اخلاقی و روحانی کتاب بوستان مین فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک دن گیہون کا ایک بوجھ پیٹھ پر لاد کے بازار سے گاؤن مین پہونچایا۔ وہان پہونچ کے نظر آیا کہ گیہون مین ایک چیونٹی بھی چلی آئی ہے۔ رات کو سوئے تو نیند نہ آئی کہ مین تو اپنی خوابگاہ مین ہون اور وہ چیونٹی میرے سبب سے بے خانمان ہو گئی۔ آخر اسے گیہون مین سے ڈھونڈھ کے نکالا اور جہان سے لائے تھے وہین پہونچا آئے تب چین پڑا۔ چنانچہ اسی واقعہ کو شیخ سعدی نے ان دلکش الفاظ مین نظم فرمایا ہے:-

بکے سیرت نیکمردان شنو اگر نیکمردی و پاکیزہ رَو
کہ شبلی ز حانوت گندم فروش بدہ بُرد انبان گندم بدوش
نگہ کرد مورے در آن غلہ دید کہ سرگشتہ از ہر طرف میدوید
ز رحمت برو شب نیارست خفت بماوای خودبازش آورد و گفت
مروت نباشد کہ این مور ریش پراگندہ گردانم از جای خویش

محبت۔ اور ذوق و شوق

اسلام نے ان گذشتہ تیرہ سو برس مین بڑے بڑے باخدا اور برگزیدۂ بارگاہ لم یزلی پیدا کیے جن مین صحابۂ کبار اور بعد کے طبقون مین ابوبکر شبلی سے بہت زیادہ مرتبہ کے خداشناس و خدارسیدہ گزر گئے ہین لیکن اس جوش لقا اور ایسے ذوق و شوق کے لوگ کم نظر آتے ہین۔ فرمایا کرتے تھے "چالیس برس سے تمنا ہے کہ

عہ بوستان۔ باب دوم۔ ۱۵۴۔

ایک گھڑی کے لیے خدا کو جانون اور پہچانون"۔ اسی جوش کو دوسرے الفاظ مین یون آشکارا فرماتے ہین "اس آرزو مین عمر گذر گئی کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی خلوت نصیب ہو کہ شبلی درمیان مین نہ رہے"۱؎

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ مین ایک دن ابوبکر شبلی سے ملنے کے لیے اُنکے گھر پر گیا۔ تو دیکھا کہ بار بار چلاتے ہین اور کہتے ہین "جسے قُرب کی عادت ہو اُسے بُعد مین صبر نہین آتا۔ اور جسے تیری محبت ہے اُس مین تیرے ہجر کی برداشت نہین۔ اگر تجھے آنکھ نہ دیکھے تو دل دیکھ رہا ہے"۲؎

جب کوئی فقیر ملنے کو آتا تو پوچھتے "تمھارے پاس کچھ خبر یا کچھ پتہ ہے؟" پھر مجنون عامری کا یہ مشہور شعر پڑھتے۔

اسائل عن لیلیٰ فھل من مخبر — یخبرنا علماً بھا این تنزل

"لیلے کو پوچھتے ہو؟ بھلا کوئی خبر دینے والا ہے جو جانتا ہو اور بتائے کہ وہ کہان جا کے ٹھہری ہے؟" اس کے بعد آپ ہی فرماتے "قسم ہے تیرے عزت و جلال کی خود تیرے سوا دونون جہان مین کوئی بتانے والا نہین"۳؎

سچے خداطلب اور خداپرست کی شان بتاتے ہین کہ "اگر مین حق کا پورا پورا مرتبہ جان جاتا تو پھر کسی ماسوی اللہ سے نہ ڈرتا"۴؎ اور سچ یہ ہے کہ سچے موحد سے زیادہ آزاد و بیخوف شخص دنیا کے پردے پر نہین ہو سکتا۔ یہی آزادی اور جرأت و شجاعت تھی جو توحید نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مین پیدا کر دی تھی۔ ایک مجددِ دین

۱؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۳۰۷۔ ۲؎ مرآۃ الجنان یافعی۔ بیان ۳۳۴ھ۔ ۳؎ طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۴۔۱

۴؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۳۰۷۔

شخص ہرگز اتنا آزاد و حری نہین ہوسکتا جتنا کہ ایک سچا موحد و خدا پرست ہوتا ہے۔

جوش توحید سے بیتاب ہو کے کبھی کبھی آپ کہا کرتے "جب تک یہ نہ ہو کہ روے زمین پر خدا کا کوئی اور یاد کرنے والا باقی رہے مجھے چین نہ آئے گا۔" بعض بزرگان صوفیہ نے حضرت شبلی کے اس قول کی تشریح یون فرمائی ہے کہ جب تک مین دریا توحید مین نہین پہونچ لیتا مجھے چین نہین آتا۔ کیونکہ اس مقام پر ذکر نہین ہے۔ لیکن سیدھی سادی یہ بات ہے کہ عشق الٰہی نے ایک جوش رقابت پیدا کر دیا ہے۔ اور ذکر الٰہی کی دُھن مین محو ہو جانے کی آرزو یہ تمنا کر رہی ہے کہ بس میری ہی آواز میرے کان مین آ رہی ہو اور کسی کی نہین۔ مین ہی ہون اور سارا عرصہ ہستی فنا ہو۔ درگاہ رب العزت مین دعویٰ کرتے ہین۔ کہ "خداوندا۔ اگر تو آسمان کو میری گردن کا طوق۔ زمین کو میرے پاؤن کی بیڑی۔ اور سارے جہان کو میرے خون کا پیاسا بنا دے تو بھی مین تجھ سے رُوگردان نہ ہون گا۔" اس کے بعد محویت کے مقام پر پہونچ کے فرماتے ہین "کُل کائنات کی یہ ہستی نہین کہ میرے دل پر گزر کر سکے پھر بھلا اُس کے دل پر اس کا گزر کیسے ہو سکتا ہے جو حق تعالےٰ کو جانتا ہو۔" سبحان اللہ کتنا بڑا دعویٰ ہے اور پھر اُس کے ساتھ کیسا انکسار!

ایک دن نماز عصر مین دیر ہو گئی۔ یہان تک کہ آفتاب اُفق مغرب کے قریب پہونچ گیا جب خیال آیا تو فوراً اُٹھ کے نماز پڑھی پھر لوگون کی طرف ہنستے ہوئے دیکھ کے فرمایا "کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

نسیتُ الیومَ مِن عِشقی صلاتی   فلا ادری عِشائی مِن غدائی

سه طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۲ و ۱۲۳۔   عه تذکرۃ الاولیا ۷۰۵ - ۷۰۶۔

رتی اپنے عشق کی دھن مین مین نماز پڑھنا بھول گیا۔ تو آپ خبر ہی نہین ہوتی کہ کب شام ہوئی اور کب صبح ہوئیعہ

ایک دن خلوت گاہ خاص مین تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا "کون؟" آواز آئی "ابوبکر" (کوئی صاحب ہون گے) فرمایا "اس وقت تو اگر ابوبکر صدیقؓ بھی آئین تو دروازہ نہ کھولون گا۔ جائیے مجھے فرصت نہینعہ"

ابو مقاتل مکی کا بیان ہے کہ "مین ایک مرتبہ ابوبکر شبلی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ موچنے سے بھوؤن کے بال اکھاڑ رہے ہین۔ مین نے کہا "حضرت آپ اپنے بال اکھاڑتے ہین اور میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے" فرمایا "افسوس کہ حقیقت مجھ پر ظاہر ہوگئی ہے اور مین ضبط و برداشت کی طاقت نہین رکھتا ہون۔ اسی وجہ سے مین عمداً اپنے جسم مین درد کو پیدا کرتا ہون کہ شاید اس الم مین وہ تکلیف بھول جائے۔ مگر کیا کہون کہ نہ درد محسوس ہوتا ہے نہ وہ تکلیف جاتی ہے۔ اور نہ اس کے برداشت کرنے کی طاقت ہےعہ"

ایک مجلس مین آپ کو بار بار "اللہ اللہ" کہتے سن کے ایک درویش بولا "لا الٰہ الا اللہ کیون نہین کہتے ہین؟" یہ سنتے ہی ایک نعرہ مارا۔ اور فرمایا "ڈرتا ہون کہ ایسا نہ ہو لا کہون اور دم نکل جائے" یہ بے مثل اور عاجز کر دینے والا فقرہ اس صاحب دل درویش کے قلب پر اس قدر اثر کر گیا کہ کانپ اٹھا۔ اور اسی وقت روح پرواز کر گئی۔ اس کے اعزا اور رشتہ دارون نے یہ واقعہ سنا تو دعوی کیا کہ شبلی نے اس غریب کو مار ڈالا۔ صرف اس کی شہرت ہی نہین ہوئی۔ بلکہ عدالت مین آپ پر قصاص کا

عہ طبقات الکبریٰ ۔ ۱۲۲ ۔ عہ تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۹۲ ۔ عہ رسالہ قشیریہ ۔ ۴۴ ۔

دعویٰ دائر کر دیا گیا۔ جواب دہی کے لیے لوگ آپ کو دربار خلافت میں لے گئے۔ عجیب وضع سے خلیفہ کے سامنے گئے تو اُس نے کہا ”تمھارے پاس اِس بات کے لیے کیا جواب ہے؟“ آپ نے فرمایا ”ایک جان تھی شوقِ بقا سے حق تعالیٰ کے جلال کی آگ سے مشتعل۔ تمام علائق سے جدا۔ انسانی صفات و آفات سے فنا۔ طاقت سے بے طاقت۔ صبر سے بے صبر۔ درگاہ رب العزت کا نقشہ اُس کے دل اور سینے پر چھایا ہوا۔ میرا کلام سنتے ہی مشاہدۂ جمال کی ایک تجلی اُس کی جان پر چمکی۔ اور اُسکی سوختۂ عشق روح قفس قالب سے ایک چڑیا کی طرح اڑ گئی۔ شبلی کا اِس میں کیا گناہ؟“ یہ پرجلال تقریر سنتے ہی خلیفہ نے سہم کے کہا ”انھیں فوراً یہاں سے ہٹاؤ۔ کیونکہ ان پرشور الفاظ سے ایک ایسی کیفیت و حالت میرے دل پر طاری ہے کہ ڈرتا ہوں بےہوش نہ ہو جاؤں“ [عہ]

ایک صاحب دل شخص نے پوچھا ”یا حضرت میں آپ کو اکثر غمگین کیوں پاتا ہوں؟ کیا وہ ہر گھڑی آپ کے پاس نہیں موجود ہے؟“ جواب میں ارشاد فرمایا ”اگر میں اُس کے ساتھ ہوتا تو میں ہوتا۔ میں تو اُس کی ہستی میں محو و جذب ہو گیا ہوں“ [عسہ]

ایک دن فرمانے لگے ”بھلا اُس آفتابوں کے آفتاب کی نسبت کیا کہو گے جس کے مقابل ظلمت ہی ظلمت[سہ] ہے“ ذات باری عز اسمہ میں اِس طرح محو ہو جانے کا ایک معجز نما نمونہ بھی اُس وقت نظر آ گیا جب آپ کو لوگوں نے پتھر مارے۔ پاؤں زخمی ہو گیا۔ اور اُس سے خون بہنے لگا تو خون کا جو چھاپہ زمین پر بنتا اُس سے

عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۴ ۔ عسہ رسالہ قشیریہ۔ ۱۵۔ سہ طبقات الکبری۔ ۱۲۴۔

لکھتے ہیں کہ "اللہ" کا لفظ بن جاتا[۳]۔

آپ کے سچے ذوق و شوق محویت اور فنا فی اللہ ہونے کے اکثر واقعات دیگر مقامات خصوصاً شاعری اور تعلیموں کے مباحث میں بیان کیے جائیں گے۔ سر دست اس بحث کو چھوڑ کے ہم دیگر حالات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

الہامات صفائے باطن اور دنیا کی ادنیٰ ادنیٰ چیز سے عبرت تاثر[۴]

حدیث میں آیا ہے کہ سچے خواب بھی نبوت کا ایک شعبہ ہیں۔ چنانچہ صفائے باطن اور تزکیۂ نفس کا یہ کمال بھی حضرت مخبر صادق روحی فداہ کے ارشاد فیض بنیاد کے مطابق آپ کو حاصل تھا۔ اگرچہ شیخ ابوبکر شبلی کے اس قسم کے خواب جو ابتدائی درجہ ولایت باری تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں ہمیں کم معلوم ہو سکے۔ کیونکہ آپ کی سیرت لکھنے والوں نے زیادہ تر جستجو صرف اُن حالات کی کی ہے جو ابتدائی نہیں بلکہ کمال ولایت کے زمانے سے علاقہ رکھتے ہیں جیسا کہ آگے چل کے معلوم ہوگا تاہم ویسا ہی خواب کا ایک واقعہ معلوم ہو سکا ہے۔ جو تزکیۂ نفس کی تدریجی ترقیوں کا پورا ثبوت دیتا ہے۔ وہ خواب خود آپ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ "میں نے دو شخصوں کو دیکھا جنھوں نے بہت سے امور پیش کر کے کہا "اے شبلی جو شخص اس قسم کے کام کرتا ہے اُس کا شمار غافلوں میں ہے"[۵]

لیکن اس درجہ سے بہت جلد ترقی کر کے آپ اُس درجۂ ولایت کو پہنچ گئے جب کہ بیداری میں نور عرفان مختلف حالات و کیفیات کو آپ پر منکشف کر دیا

---

[۴] تذکرۃ الاولیا - ۶۹۱ - [۵] تذکرۃ الاولیاء - ۵۰۷ -

کرتا تھا۔ اور فرشتۂ غیب کی صدائے باطن کانون مین گونج کے اکثر متنبّہ کرتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے بحرِ معرفت مین غرق ہو کے فرمایا "خداوند تعالیٰ نے مجھ پر طلوع کیا۔ اور ارشاد کیا جو سو گیا غافل ہوا۔ اور جو غافل ہوا حجاب مین ہو گیا۔"[عہ] ایک اور مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے وضو کر کے مسجد کا ارادہ کیا تھا۔ یکایک گوشِ عبرت نیوش مین آواز آئی "اب وضو! اور پھر یہ گستاخی کہ ہمارے گھر کو چلا ہے؟" سنتے ہی آپ پلٹے۔ اب آواز آئی "ہماری درگاہ سے پھرا جاتا ہے؟ بتا، کہان جائے گا؟" اب ضبط کی تاب نہ تھی انھون نے ایک نعرہ مارا۔ آواز آئی "ہم پر طعنہ مارتا ہے!" گھبرا کے خاموش کھڑے ہو گئے تو ندا آئی "ہان! صبر و تحمل کا دعویٰ ہے؟" آخر آپ سے نہ رہا گیا بے تماشا کہہ اُٹھے استغاثت بک منک (فریاد مگر تجھی سے)[عہ]

یہ خود آپ کا ضمیرِ روشن تھا جو فرشتہ بن کے رہبری کرتا۔ اپنی ثابت قدمی کا آپ ہی امتحان لیتا۔ اور ہر قسم کی لغزشون سے آپ کو بچاتا تھا۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہین کہ ایک دن میرے دل نے مجھ سے کہا "تو کنجوس ہے۔" مین نے جواب دیا کہ "نہین مین کنجوس نہین۔" دل نے پھر کہا "نہین تو کنجوس ہے۔" اپنے ضمیر کے دامن سے اس دھبے کے مٹانے کے لیے مین نے اُسی وقت نیت کی کہ اب اس کے بعد اگر کچھ خدا مجھے دے گا اُسے جو فقیر سب کے پہلے نظر آئے گا اُس کی نذر کر دون گا۔ نیت کر ہی رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور پچاس دینار (اشرفیان) میری نذر کین۔ مین اُنھین لے کے گھر سے نکلا۔ سب کے پہلے ایک اندھا فقیر نظر آیا جو ایک نائی کے سامنے بیٹھا ہوا سر منڈوا رہا تھا۔ مین نے فوراً وہ رقم لے جا کے اُس کے سامنے رکھ دی۔

[عہ] رسالۂ قشیریہ۔ ۲۲۹۔ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۷۔

اور کہا یہ آپ کی نذر ہے۔ اُس نے دیکھ کے کہا "اچھا تو اس نائی کو دے دو" میں نے متحیر ہو کے کہا "حضرت یہ دینار (اشرفیاں) ہیں" اتنا سننا تھا کہ اُس فقیر نے میری طرف سر اُٹھا کے عجب پُر جلال نظر سے دیکھا۔ اور کہا "ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم کنجوس ہو؟" یہ سنتے ہی ظاہر ہے کہ جناب شبلی پر صدہا گھڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ "اب میں نے وہ دینار نائی کی طرف بڑھائے" وہ بولا کہ "جس وقت یہ فقیر میرے سامنے آ کے بیٹھا ہے میں نے دل میں اللہ جل شانہ سے عہد کیا تھا کہ اس سے خط بنانے کی کچھ مزدوری نہ لوں گا۔ اس لیے میں کچھ نہیں لے سکتا" تب مجبور ہو کے میں نے وہ دینار اُٹھا لیے۔ اُن سے اس قدر نفرت ہو گئی تھی کہ لیجا کے انھیں دریا میں پھینک دیا۔ اور دل میں کہا "خدا کو جو منظور تھا کیا۔ اور اے دنیا تجھے جس نے دوست رکھا وہ ذلیل ہوا" [عہ] بعض اہل ظاہر کو اس پر اعتراض ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمت کو دریا میں پھینک کے کسی کے کام کا نہ رکھنا نہایت ہی بدنما اسراف بلکہ ناشکری ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر شبلی پر یہ اعتراض ہرگز نہیں وارد ہو سکتا اب وہ اپنے آپ کو اس رقم کا مالک ہی نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ نیت کے ساتھ ہی وہ اُن کے قبضے سے نکل گئی تھی۔ اور پریشانی گھبراہٹ اور اضطراب نے انھیں اس امر پر آمادہ کر دیا۔

ایک دن چند لڑکوں کو دیکھا کہ ایک اخروٹ پر جھگڑ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا "لاؤ میں بانٹ دوں" وہ راضی ہوئے۔ اور انھوں نے توڑا تو وہ اخروٹ اندر سے خالی اور بغیر مغز کا نکلا۔ ساتھ ہی عبرت کے کانوں میں غیب کی آواز آئی "بڑے بانٹنے والے ہو تو بانٹو" [عسہ]

عہ روض الریاحین یافعی۔ ۹۰-۹۹ عسہ تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۹۔

روشن ضمیری کے اس سچے احساس نے اور غیب کی اِن مبشّرون نے حضرت
حق رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی پرکھ پیدا کر دی تھی جسے کرامت اور خرقِ عادت کہنا چاہیے۔ فرماتے
ہین کہ ایک مرتبہ مین نے عہد کیا تھا کہ سوا اکلِ حلال کے کچھ نہ کھاؤن گا۔ اتفاقاً
صحرانوردی مین پھر رہا تھا اور [illegible] مین مشغول تھا کہ [illegible] کا درخت نظر آیا
جو [illegible] تھی اسے دیکھ کر [illegible] ہوا ہاتھ بڑھا کے ارادہ کیا کہ اس مین سے
چند [illegible] کھاؤن [illegible] سے آواز آئی کہ شبلی۔ اپنے عہد کو نہ توڑو
مین [illegible] کیفیت ہوئی [illegible] میرا [illegible] عجیب
ہی مین نے ہاتھ روک لیا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب مین بازار مین گذرتا ہون تو اکثر
لوگون کی پیشانیون پر سعید یا شقی کا لفظ لکھا ہوا دیکھتا ہون۔ آپ اپنی اس پاکیزہ نفسی
اور صفائے باطن کو آپ خود بھی بخوبی محسوس کرنے لگے تھے۔ اور ممکن ہے کہ کبھی نفس
اپنے کمالِ باطن اور اپنی روحانی ترقیون پر ناز کرنے لگتا جس لغزش سے بچنے کے لیے
[illegible] فرماتے ہین ایک مرتبہ ابلیس نے میرے پاس آکے کہا تیرے اوقات کی
صفائی تجھے مغرور نہ بنا دے کیونکہ [illegible] روشن ضمیرون کے پیچھے آفتون کی [illegible] عه
اسے کہتے ہین۔ ع عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد۔ اور سچ کہا ہے کہ جن کا نفس
پاک ہوتا ہے نفس امّارہ اُن کا تابع فرمان ہو جایا کرتا ہے۔ اور وہی صراطِ مستقیم
مین رہبر بن جاتا ہے۔

صفائے باطن اور پاکیزہ نفسی کے ان حالات و کیفیات نے آپ کی طبیعت مین
ایک عجیب قسم کی روحانی نازک مزاجی پیدا کر دی تھی جس کا یہ اثر تھا کہ کوئی ادنیٰ امر

عه طبقات الشافعیۃ الکبریٰ السبکی جلد ۲۔ ۴۵، عه تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۵ و ۲۹۶۔

معمولی بات ہو آپ اُس سے بیحد متاثر ہو جاتے۔ اور راہ چلتے چلتے صحبتون مین بیٹھے اور بازار والون کی صدائین سنتے سنتے جوش مین آکے بیتاب ہو جاتے۔ اور جنون کی سی حالت طاری ہو جاتی۔ اور سچ پوچھیے تو یہی واقعات حضرت ابوبکر شبلی کی خداشناسی و ولایت کے خصائص ہین۔ آج کل ہمارے یہان تعلیم مین "آبجکٹ لسن" پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ یعنی علم کتاب نہین بلکہ علم حال پر۔ اس لیے کہ ہر چیز کی حالت و کیفیت کا مشاہدہ و معاینہ کر کے جیسی سچی واقفیت طالب علم کو حاصل ہو سکتی ہے علم کتاب و سفینہ سے ممکن نہین۔ اس طرح حضرت ابوبکر شبلی کا انہماک آج سے بہت پیشتر حد سے زیادہ گزرا ہوا تھا۔ آپ زندگی بھر مکتب توحید کے طالب علم رہے۔ ساری دنیا آپ کا کنڈرگارٹن (درس گاہ جس مین بغیر کتاب سے مدد لیے موجودات عالم کی صورتین دکھا کے طلبہ کو اُنکے حالات بتائے جاتے ہین) تھی۔ اور آپ کی نازک طبیعت عالم ظاہر کی ہر ہر کیفیت کو دیکھ کے اس قدر بیتاب ہو جاتی کہ جذبات روحانی کا جوش ہوتا۔ اور چیخ اُٹھتے۔ آپکی چیخ اور آپ کا نعرہ مشہور تھا حتی کہ مرتعش اور جعفر خلدی اور خواص کے ایسے بزرگان صوفیہ اُس کے معترف اور آپ کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ آپ کے اُس نعرۂ مستانہ کی صدا مشائخ باطن کی صحبتون مین آج تک گونج رہی ہو اور صاحبان ذوق اپنے باطن کے کانون سے سُن کے متاثر ہوتے ہین۔

خیر اب حضرت ابوبکر شبلی کی بیتابیان اور ہر عبرت بخش لفظ یا حالت یا کیفیت پر آپ کی از خود رفتگیان ملاحظہ ہون۔ ایک دن ایک شخص نے آکے پوچھا "کیون حضرت ایک صابر شخص کے لیے سب سے زیادہ مشکل اور سخت کون سا صبر ہے؟" فرمایا "الصبر فی اللہ" (خدا کے معاملات مین صبر کرنا) سائل نے کہا "ایسا نہین ہے"۔ فرمایا "الصبر للہ"

ع نفحات الانس ۲۲۹-

(خدا کی راہ مین صبر کرنا) سائل بولا "جی یہ بھی نہین"۔ اب حضرت شیخ شبلی کی نازک مزاجی متحمل نہ ہو سکی۔ طیش مین آ کے فرمایا "اُفٍّ وَیْحَکَ" (ارے کمبخت بتا کیا ہے) اس نے کہا "اَلصَّبْرُ عَنِ اللّٰہِ (خود خدا کے فراق مین صبر کرنا) سنتے ہی شبلی نے وجد مین آ کے بے اختیار ایک نعرہ مارا۔ اور یہ ایسی چیخ تھی کہ تمام حاضرین مین بیقراری کی گرمی پیدا ہو گئی[1]۔

ایک دن راستے مین چلے جاتے تھے۔ ایک شربت کے آبخورے بیچنے والے نے صدا لگائی "لَمْ یَبْقَ اِلَّا وَاحِدٌ (بس ایک رہ گیا ہے!)" اُنھون نے سنتے ہی بیتاب ہو کے نعرہ مارا۔ اور بار بار زبان پر یہی کلمہ جاری تھا کہ "بس ایک رہ گیا ہے! بس ایک رہ گیا ہے!"[2] اور پھر آخر مین کہا "اور سوا ایک کے کوئی رہے گا بھی نہین"[3]

ایک دن بغداد کے بازار مین چلے جاتے تھے۔ کہ ایک کنجڑے نے ہانک لگائی "دس خیار (کھیرے) ایک دانگ کو!" لحاظ رکھنا چاہیے کہ عربی مین خیار کھیرے کو بھی کہتے ہین اور "خیر" کی جمع بھی خیار ہے۔ جس کے معنے "نیکون" کے ہین۔ یہ صدا سنتے ہی آپ کی عبرت پذیر طبیعت مین جوشش پیدا ہوا۔ اور فرمایا "جب خیار (نیکون) کا یہ حال ہے تو اشرار (بدون) کو کون پوچھتا ہے؟"[4]

ایک دن چند دولتمندون کو عیش و عشرت مین مشغول دیکھ کے آپ نے بے تحاشا ایک نعرہ مارا۔ اور فرمایا "اُن دلون کے حال پر افسوس ہے کہ جو خداوند تعالےٰ کے ذکر سے غافل و بے خبر ہین۔ یہ اسی کی سزا ہے کہ مُردارِ دنیا کی نجاست کے فریفتہ بنا دیے گئے ہین"[5]۔

اسی طرح ایک دن راستے مین ایک جنازہ جا رہا تھا۔ اور اُس کے پیچھے پیچھے

---

[1] رسالۂ قشیریہ ۱۲۔ [2] عوارف ۱۰۔ [3] تذکرۃ الاولیاء ۶۹۔ [4] عوارف ۱۲۰۔ [5] رسالۂ قشیریہ ۲۴۔

ایک شخص روتا اور حسرت و اندوہ کے ساتھ کہتا جاتا تھا۔ "آہ مِن فِراقِ الوَلَد" (ہائے بیٹے کی جدائی کا داغ!) اس کی یہ صدا سنتے ہی حضرت ابوبکر شبلی نے اپنا منہ اور سر پیٹ پیٹ کے چلانا شروع کیا "آہ مِن فِراقِ الاحد"[۵] (ہائے اُس وحدہ لاشریک کی جدائی کا داغ!)

ایک مرتبہ کسی کی زبان سے یہ شعر سُن پایا۔

أسائلُ عن سَلمی فَہَل مِن مُخبِرٍ　　یکونُ لہ عِلمٌ بہا أینَ تنزلُ

سلمیٰ کو پوچھتے ہوئے کہا کوئی خبر دینے والا ہے جو جانتا ہو اور بتائے کہ وہ کہاں جا کے ٹھہری گی؟ آپ نے سنتے ہی ایک نعرۂ مستانہ مارا اور بولے خدا کی قسم دونوں جہان میں کوئی خبر دینے والا نہیں[۶]۔ اس شعر کا ہم آپ کی محویت اور ذوق و شوق کے بیان میں بھی ذکر کر چکے ہیں صرف فرق اس قدر ہے کہ وہاں یہ شعر مجنون عامری کا اور اس میں معشوقہ کا نام لیلیٰ بتایا گیا ہے۔ اور یہاں شاعر کی معشوقہ سلمیٰ ہے۔ اس کے علاوہ وہاں یہ ہے کہ کوئی صاحب ان سے ملنے کو آتا تو حضرت ابوبکر شبلی خود ہی یہ شعر پڑھ کے کہا کرتے کہ کوئی بتانے والا نہیں"۔ اور اس موقع پر یوں ہے کہ کسی اور کی زبان سے یہ شعر سن کے آپ متاثر ہوئے اور نعرہ مارا۔ وہاں یہ واقعہ امام یافعی کی کتاب مرآۃ الجنان سے لیا گیا تھا۔ اور یہاں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف سے۔ ممکن ہے کہ اختلاف روایت نے ایک ہی واقعہ کو دو طرح کے لباس پہنا دیے ہوں۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ دو جدا جدا واقعے ہوں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی طرف سے فاختہ کو "کوکو!" کرتے سُنا۔ لپک کے اس درخت کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور اس کی کوکو کا جواب "ہو! ہو!" دینے لگے۔

---

[۵] تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۴۹ ۔ [۶] عوارف ۔ ۱۶۲ ۔

دیر تک یہ حالت قائم رہی کہ اُدھر وہ کو کو کا دم بھر رہی ہے اور ادھر یہ ہُو ہُو کا دم بھر رہے ہیں۔ گویا وہ پوچھتی ہے کہ "کہاں ہے؟ کہاں ہے؟" اور یہ بتاتے ہیں کہ "وہ سب جا وہ سب ہے!"

ایک دن مغنی کو گاتے سُن کے عین حالتِ سماع میں بیخود ہو کے زور زور سے ایک نعرہ مارا۔ لوگوں نے کیفیت پوچھی تو بجائے اس کے کہ کچھ بیان کریں مشہور شاعرِ عرب کثیّر کا یہ جذب و ذوقِ عشق میں ڈوبا ہوا شعر پڑھا۔

لو یسمعون کما سمعتُ کلامہا   خرّوا لعزّۃ رُکّعاً و سجودا

جس طرح میں نے اُس کی باتیں سُنی ہیں اگر یہ سب لوگ سُن پاتے تو عزہ (میری معشوقہ) کے آگے رکوع و سجود میں گر پڑتے۔

ایک دن کسی صاحبِ ذکر شخص کو "یا رب! یا رب!" کی رٹ لگاتے ہوئے دیکھا تو جوش میں آ کے چلا اُٹھے کہ "کب تک چلاتے جائے گا۔ اُس کی بھی تو سُن جو کہہ رہا ہے "عبدی! عبدی!"" وہ بھی خدا رس اور صاحبِ ذوق شخص تھا ان کا یہ اعتراض سُن کے بولا "اُسکی یہ صدا سُن ہی کے تو میں یا رب یا رب کہہ رہا ہوں" یہ جواب شافی سُن کے خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا "تو آپ تو معذور ہیں"

ایک مرتبہ مسجد میں اذان دی۔ جب شہادتین پر پہونچے تو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کے کچھ ایسا جوش ہوا کہ فرمایا "اگر تو نے حکم نہ دیا ہوتا تو تیرے نام کے ساتھ غیر کا نام نہ لیتا۔ یعنی اشہد ان محمداً رسول اللہ نہ کہتا۔ یہ ہے سچا جوشِ توحید اور یہی شان حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے حج کے وقت نظر آئی تھی جب آپ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت

---

[1] تذکرۃ الاولیا۔ ۱۹۱ [2] عوارف۔ ۱۰۲۔ [3] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۲۔ [4] ایضاً۔ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۵۲۔

فرمایا تھا کہ جانتا ہون تو ایک پتھر ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو مین ہرگز بوسہ نہ دیتا۔"

ایک مرتبہ آپ نے کسی جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور بجاے چار کے پانچ تکبیرین کہین۔ بعد سلام لوگون نے اس کا سبب پوچھا اور کہا "تو آپ نے نیا مذہب ایجاد کیا ہے؟" فرمایا چار تکبیرین تو مُردے پر تھین۔ اور پانچوین جہان اور تمام اہل جہان پر[عہ]"

احمد بن مقاتل عکی کہتے ہین کہ مین ماہ مبارک رمضان مین ایک رات امام کے پیچھے شبلی کے برابر صف مین کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ امام نے تلاوت کرتے کرتے آیۂ کریمہ "وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" پڑھی اس کا ترجمہ یہ کہ اگر ہم چاہین تو (اے محمد) ہم نے تجھ پر جو وحی بھیجی ہے اُسے واپس لے لین۔ یہ آیت سنتے ہی شبلی نے اس زور سے چیخ ماری کہ مین سمجھا اس چیخ کے ساتھ ہی اُن کی رُوح پرواز کر گئی۔ تھوڑی دیر بعد اُن کی یہ حالت تھی کہ کانپتے تھے اور بار بار کہتے تھے "دوستون سے یون خطاب کیا جاتا ہے؟ تو پھر بھلا ہم ایسے لوگون سے کیا خطاب ہوگا؟[عسہ]"

ایک دن ایک گیلی لکڑی جلتے دیکھی جس کے دوسرے سرے پر حسب معمول کچھ رطوبت ظاہر تھی۔ یہ دیکھتے ہی وفور جذب وجوش سے ان پر مستی کا عالم طاری ہوگیا اور اپنے مریدون سے مخاطب ہو کے فرمایا "مدعیو! اگر یہ دعوی ہے کہ تمھارے دل آتش عشق سے لبریز ہین۔ اور اپنے اس دعوے مین سچے ہو تو پھر تمھاری آنکھون سے آنسو کیون نہین جاری ہوتے؟[سہ]"

عبداللہ بن علی نامی اُس دور کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ایک رات کو

عہ تذکرۃ الاولیاء ۲۹۸۔ عسہ رسالۂ قشیریہ ۲۰۳ وطبقات الکبری للشعرانی ۱۲۳۔ سہ تذکرۃ الاولیاء ۲۹۶۔

مین اور شبلی ایک صحبت سماع مین شریک تھے۔ قوّال نے کچھ گایا۔ اور شبلی نے اُس پُر اثر نغمے سے متاثر ہو کے ایک نعرہ مارا اور بیٹھے بیٹھے وجد و بیخودی کی حالت طاری ہوئی۔ آپ اور سب لوگ تو کھڑے ہوے تھے مگر آپ بیٹھے تھے۔ اہل مجلس مین سے کسی نے کہا "ابوبکر یہ کیا کہ تمام اہل محفل تو کھڑے ہین. مگر آپ بیٹھے ہوئے ہین؟" یہ بات سُن کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر حالت مستی بدستور تھی اب آپ نے ابو نواس کا شعر پڑھا

لِی سَکْرَتَانِ وَلِلنَّدْمَانِ وَاحِدَۃٌ   شَیْءٌ خُصِصْتُ بِہٖ مِنْ بَیْنِہِمْ وَحْدِیْ

مجھے دو نشے ہین اور ہم صحبتون کو ایک۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اِن سب مین سے صرف میرے ہی لیے مخصوص ہے۔[1]

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے بازار مین جا کے ڈیڑھ دانگ کو (جو اُس عہد کا سب سے کم قیمت سکہ تھا) ایک پُرانی گدڑی مول لی۔ (اور آدھے دانگ کی ایک ٹوپی لی۔ پھر اِن دونون چیزون کو پہنا اور بازار مین کھڑے ہو کے آواز لگائی۔ "ایک صوفی کو دو دانگ پر کون مول لے گا؟"[2]

آپ نے ایک مرتبہ عبد الرحمن خراسانی سے عجیب حسرت و یاس کے لہجے مین پوچھا "بھلا شبلی کے سوا کبھی کسی اور کو بھی اللہ کہتے دیکھا ہے؟" وہ بھی بڑے پہونچے ہوئے بزرگ تھے۔ جواب دیا "مین نے تو ایک دن بھی شبلی کو اللہ کہتے نہین سُنا" یہ سُننا تھا کہ اِن کی حالت دگرگون ہو گئی۔ اور غش کھا کے زمین پر گر پڑے۔[3]

اِن حالتون سے جن کی بدولت اُنھین دنیا اور دُنیا داری کی چیزون سے روز بروز وحشت ہوتی جاتی تھی بعض اوقات متاثر ہو جاتے۔ اور خیال آجاتا کہ

---

[1] رسالۂ قشیریہ۔ ۲۱۵ و ۲۰۶۔ [2] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۹۲۔ [3] نفحات الانس۔ ۱۶۲۔

میں دنیا سے کس قدر دور ہوتا جاتا ہوں۔ اور کبھی کبھو نعرہ زن ہو کر اٹھتے تھے ہائے افلاس ہائے افلاس!" آخر ایک دن لوگوں نے پوچھا کہ حضرت افلاس کیسا؟ فرمایا لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے سے۔ لوگوں کے ساتھ مانوس ہونے سے۔ لوگوں سے ملنے جلنے بولنے چالنے اور ایک دوسرے کے کام آنے سے۔ چنانچہ ان کی تنہائیوں اور وحشت زدگیوں نے آپ میں یہ امتیاز بھی نہیں باقی رکھا تھا کن صحبتوں میں جانا اور کن لوگوں سے ملنا چاہیے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ گھر سے نکلے تو کئی دن تک غائب رہے عقیدت کیشوں اور مریدوں نے سب جگہ ڈھونڈھا اور کہیں نہ پایا۔ آخر بہت تلاش اور جستجو کے بعد آپ ملے تو کہاں؟ ہیجڑوں کے محلے میں۔ حیرت زدہ ہو کے لوگوں نے پوچھا "حضرت یہاں کہاں؟" فرمایا "جو ان لوگوں کی حالت ہے وہی میری حالت ہے۔ کیونکہ یہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ علی ہذا القیاس میں بھی نہ مرد ہوں نہ عورت۔ یہ جوش فنا ہے پھر ان لوگوں کی صحبت سے زیادہ مناسب جگہ میرے لیے کون سی ہو سکتی ہے؟[۵]

یہ بات جوش وحدت کے ہجوم ہی سے نہیں بعض اوقات لوگوں کے غلط دعووں پر بھی ہیجان میں آجاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی صحبت میں کسی نے آپ کی نقل کی یعنی جس طرح آپ متاثر ہو کے چیخ اٹھا کرتے تھے اس نے بھی ایک ایسا نعرہ مستانہ مارا کہ محفل گونج اٹھی۔ یہ صحبت دریائے دجلہ کے کنارے تھی۔ آپ نے فوراً اٹھا کے اسے بلا تامل دجلہ میں پھینک دیا۔ اور لوگوں کو اپنے اس فعل پر متحیر پایا تو فرمایا "اگر سچا ہے تو خدا اسے بچائے گا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غرق ہونے سے بچایا تھا"

ع۵ تذکرۃ الاولیا - ۶۹۵ - ۶۹۱ -

اور جھوٹا ہے تو خدا فرعون کی طرح اسے بھی غرق کر دے گا۔[1]

آخر الامر آپ کا یہ مبارک جنون توحید حد سے گزرنے لگا۔ چنانچہ ایک دہکتا ہوا انگارا لے کے جوش و خروش سے چلے۔ لوگوں نے پوچھا "کہاں؟" کہا "جاتا ہوں کعبہ کو جلا کے خاک کر دوں گا۔ تا کہ لوگ گھر کو چھوڑ کے گھر والے کی طرف توجہ کریں۔" دوسرے دن دیکھا تو ایک جلتی ہوئی لکڑی لیے ہوئے جا رہے ہیں جس کے دونوں سرے مشتعل تھے۔ پوچھا "حضرت کہاں کا ارادہ ہے؟" ارشاد فرمایا "جاتا ہوں بہشت اور دوزخ دونوں میں آگ لگا دوں گا۔ تا کہ بغیر سوی اللہ کے لالچ کے لوگ اس ذوالعزت کی بندگی و پرستش کریں۔"[2]

ان حالتوں کے طاری رہنے اور کیفیات عالم سے عبرت و تنبیہ حاصل کرتے رہنے کی وجہ سے ایک یہ بات بھی ہو گئی تھی کہ جو لوگ لکھنے پڑھنے میں زیادہ منہمک رہتے ان پر بھی کبھی چوٹ کر جاتے۔ چنانچہ حسین بن احمد صفار کا بیان ہے کہ ایک دن میرے ہاتھ میں دوات تھی۔ شبلی نے دیکھ کے کہا غَیِّبْ سَوَادَکَ یَکْفِینِی سَوَادُ قَلْبِی یعنی اپنی اس سیاہی کو سامنے سے ہٹاؤ مجھے اپنے دل ہی کی سیاہی بس ہے۔[3]

اسی طرح اور ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ انھوں نے فرمایا "اِذَا طَالَبُونِی بِعِلْمِ الْوَرَقِ بَرَزْتُ عَلَیْهِمْ بِعِلْمِ الْخِرَقِ" "جب لوگ مجھ سے علم سفینہ طلب کرتے ہیں تو میں ان کے سامنے گدڑیوں کا علم پیش کرتا ہوں۔"[4]

ان باتوں کو علمائے ظاہر نے بری نگاہ سے دیکھا۔ اور سخت معترض ہوئے۔

---

[1] طبقات الکبری ۔ ۴۴ ۱۳۲۔ [2] تذکرۃ الاولیا ۔ ۲۹۱۔ [3] تلبیس ابلیس، تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی کلامہم علی من تشاغل بالعلم [4] تلبیس ابلیس۔ تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی اخذہم علی من تشاغل بالعلم۔

لیکن سچ یہ ہے کہ شبلی معذور ہین۔ اُنھون نے ابتدائے عمر مین جو کچھ پڑھا تھا اُس سے اَب بہت کم تعلق باقی تھا۔ اب جب مدرسۂ باطن مین تعلیم ہوئی اُس کا دار و مدار کتابون اور علم سفینہ پر نہ تھا۔ یہان اُنھون نے ریاضت کے ذریعہ سے دل کو صاف کیا اور یکسوئی و یکدلی پیدا کی۔ استغراق و وجد کی کیفیتین اپنے اوپر طاری کین اور ایسی استعداد و صلاحیت پیدا کر لی کہ سارا عالم اُن کی درسی کتاب تھا۔ جسے وہ بغیر کسی معلم کی مدد کے پڑھتے۔ اُس کے انقلابات و حالات سے عبرت کا سبق لیتے۔ اور فنائیت کے درجے پر پہونچ کے آپ ہی آپ جھومنے لگتے۔ اَب وہ خُم خانۂ وحدت کے مستون مین تھے۔ اور اُن کی زبان سے جو نکل جاتا گرفت اور اعتراض کے قابل نہین ہو سکتا۔ چنانچہ شیخ کامل خرقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ”ابو بکر شبلی وہ ہین کہ جو مست جیے اور مست ہی مرے۔ اس لیے کہ مین نے عالم مکاشفہ مین اُنھین دیکھا کہ ہوا مین رقص کر رہے ہین“[عہ]

ذوق سخن۔ اور آپکی شاعری

فی الحال مشرقی شاعری کا زبردست عنصر تصوف ہے۔ عام قاعدہ سا ہو گیا ہے کہ جو شاعر ہوتا ہے وہ صوفی بھی ہوتا ہے حضرات شیعہ تصوف سے بہت علحدہ ہین۔ اور متصوفین کے خیالات و عقائد کی زور و شور کے ساتھ تردید کرتے ہین مگر شاعری کی دنیا مین آ کے ہم شیعون کو بھی صوفی پاتے ہین۔ لیکن اُس ابتدائی دور مین جب کہ حضرت جنید بغدادی تصوف کی اشاعت اور علوم باطن کی تعلیم

[عہ] نفحات الانس - ۲۴۹ -

دستہ رہتے تھے شاعری اور تصوف مین اتنا لزوم نہ تھا جتنا کہ اب ہے۔ بزرگانِ صوفیہ مین سے ہمین سب سے پہلے شخص حضرت ابوبکر شبلی ہی نظر آتے ہین جنھون نے شاعری سے اپنی تعلیمات مین کام لیا۔ اور جو اپنے خداپرستی و خداشناسی کے جوش و جذبات کو اکثر اوقات اشعار کے ذریعہ سے ظاہر کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہمین یہ بھی نظر آتا ہے کہ خدا نے اُنھین طبیعت بھی ایسی عطا فرمائی تھی جو شاعری کے لیے نہایت ہی موزون و مناسب تھی۔ اُن کے واقعات بتاتے ہین کہ اگرچہ جذبات وحدت سے سرمست اور دریائے عرفان مین غرق تھے مگر شعر و سخن مین پورا ذوق رکھتے تھے اور بات بات پر اُن کی زبان سے شعر نکلتے تھے جو کبھی خود اُن کے ہوتے اور کبھی مشہور شعرائے عرب کے۔

حضرت جنید کو بالذات شاعری سے کچھ زیادہ اُنس نہ تھا۔ مگر حضرت ابوبکر شبلی کا ذوق مدرسۂ الٰہی کی طالب علمی ہی کے زمانے مین کبھی کبھی خداشناس شیخ کو بھی شعر سے کام لینے پر مجبور کر دیتا تھا۔

ہم حضرت جنید بغدادی کے حالات مین بھی بیان کر چکے ہین اور اس رسالے مین بھی "پیر اور مرید" کی بحث مین اس کا ذکر آچکا ہے کہ ایک دن مستانہ وضع و حالت سے آکے ابوبکر شبلی نے حضرت جنیدؒ کے سامنے تین شعر پڑھے جن کا پہلا مصرع یہ تھا کہ "عودونی الوصال والوصل عذب" اُن کو سُن کے باوجودیکہ حضرت جنید کی زبان سے شاذ و نادر ہی کبھی کوئی شعر سُنا جاتا تھا مگر اُنھون نے بھی شاگرد اور مرید کے جوش سے مجبور ہو کے ایک شعر پڑھ دیا۔[عہ]

[عہ] ابن خلکان - ۲۲۶ -

اس موقع کے علاوہ دیگر موقعوں پر آپ وقتاً فوقتاً جو اشعار زبان فیض ترجمان سے ظاہر فرماتے رنگ اور جوش میں ڈوبے ہونے کے علاوہ آپ کا اعلیٰ کمال شاعری و سخن سنجی بھی ثابت کر رہے ہیں صرف اردو اور فارسی جاننے والوں کے لیے عربی اشعار بہت غیر دلچسپ ہیں۔ اور شاید بعض حضرات اسے نہ پسند کرتے ہوں گے کہ اس رسالے میں آپ کے عربی اشعار بھی نقل کر دیے جائیں۔ مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ بغیر ان کے یہ کتاب جو آپ کے سوانح عمری کے بیان میں ہے ناتمام اور ناقص رہے گی۔ اور جبکہ ہم شعر کے نیچے اس کا ترجمہ بھی درج کر دیتے ہیں تو پھر کوئی شکایت کا محل نہیں۔ ان اشعار سے اگر اردو دان حضرات آپ کے کمال شاعری کو نہ سمجھ سکیں تو آپ کے خیالات وجذبات کا تھوڑا بہت اندازہ ضرور کر سکیں گے۔

طاہر خثعمی کہتے ہیں کہ شیخ شبلی نے مجھے اپنے یہ دو شعر سنائے۔

مَضَتِ الشَّبِيبَةُ وَالْحُبَيبَةُ فَانْبَرٰى   دَمْعَانِ فِي الْأَجْفَانِ يَزْدَحِمَانِ

جوانی بھی رخصت ہوئی اور معشوقہ بھی تو پلکوں میں دو آنسو ایک دوسرے کے معارض ہوئے اور نکلنے کے لیے ہجوم کرنے لگے۔

مَا أَنْصَفَتْنِي الْحَادِثَاتُ رَمَيْنَنِي   بِمُوَدِّعَيْنِ وَلَيْسَ لِي قَلْبَانِ

حوادث زمانہ نے میرے حق میں انصاف نہیں کیا کہ دو کے رخصت کرنے پر مجبور کیا حالانکہ میرے پاس دل ایک ہی ہے دو نہیں[1]

بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر شبلی کو عالم وجد میں دیکھا کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں۔ اور مستانہ وار یہ اشعار پڑھ رہے ہیں

---

[1] ابن خلکان - ۲۲۶ -

شَقَقْتُ جَيْبِي عَلَيْكَ شَقًّا   وَمَا بِجَيْبِي عَلَيْكَ حَقٌّ

میں نے اپنے گریبان کو پھاڑ ڈالا۔ حالانکہ گریبان کا تجھ پر کوئی حق نہ تھا۔ یعنی اُسے کچھ تعلق نہ تھا۔

اَرَدْتُ قَلْبِي فَصَادَفَتْهُ   يَدَايَ بِالْجَيْبِ إِذْ تَوَفَّى

میں نے تو دل ہی کے ارادے سے ہاتھ بڑھایا تھا مگر میرا ان سے ہاتھ جیب دو کا دور پھٹ گیا۔

لَوْكَانَ قَلْبِي مَكَانَ جَيْبِي   لَكَانَ بِالشَّقِّ مُسْتَحِقًّا

اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل پھٹا ہوتا تو وہ بے شک چاک ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ ؎

یہ دو شعر حضرت ابوبکر شبلی کے ہیں۔ کیا نازک خیالی اور دقیقہ سنجی ہے۔

اِنَّ صَوْتَ الْمُحِبِّ مِنْ اَلَمِ الشَّوْقِ   وَخَوْفِ الْفِرَاقِ يُوْرِثُ ضُرًّا

عاشق کا عشق کی تکلیف اور فراق کے ڈر کے میں چلانا بے وفائی ظاہر کرتا ہے۔

صَابَرَ الصَّبْرَ فَاسْتَغَاثَ الصَّبْرُ   وَصَاحَ الْمُحِبُّ بِالصَّبْرِ صَبْرًا

صبر نے صبر کیا (تو اس صبر سے کیا ہوا کہ) خود صبر پناہ مانگنے لگا۔ اور عاشق نے صبر سے ڈانٹ کے کہا کہ صبر کر۔ ؎

ایک مرتبہ آپ نے اپنی صحبت میں یہ اشعار پڑھے تھے۔ خیال کرنا چاہیے کہ ذکر و رویت باری کے نازک مسائل باطن کو کس خوبی و وضاحت سے بتایا ہے۔ اور کتنی اچھی تعلیم ہے۔

ذَكَرْتُكَ لَا اَنِّي نَسِيْتُكَ لَمْحَةً   وَاَيْسَرُ مَا فِي الذِّكْرِ ذِكْرُ لِسَانِيْ

؎ روض الریاحین۔ ۲۲۸۔ ؎ عوارف المعارف۔ ۳۰۱ و ۳۰۲۔

مین نے تجھے یاد کیا اس طرح نہین کہ ایک لحظہ کے لیے بھی بھولا ہون اور یاد کرنے مین سب سے آسان یہ ہے کہ اپنی زبان سے یاد کر دن۔

وَکُنْتُ بِلَا وَجْدٍ اَمُوْتُ مِنَ الْهَوٰی　　　وَهَامَ عَلَیَّ الْقَلْبُ بِالْخَفَقَانِ

اگر عالم وجد نہ طاری ہوتا تو مین عشق مین مرجاتا۔ مگر دل نے مجھ مین جوش عشق کا خفقان پیدا کر دیا۔

فَلَمَّا اَرَانِی الْوَجْدُ اَنَّكَ حَاضِرِی　　　شَهِدْتُكَ مَوْجُوْدًا بِكُلِّ مَكَانِ

پھر جب وجد نے مجھے دکھایا کہ تو میرے سامنے موجود ہے اُس وقت تو مجھے ہر جگہ موجود نظر آتا۔

فَخَاطَبْتُ مَوْجُوْدًا بِغَيْرِ تَكَلُّمٍ　　　وَلَاحَظْتُ مَعْلُوْمًا بِغَيْرِ عِيَانِ

اور مین نے اُس موجود (مطلق) سے خطاب کیا بغیر اس کے کہ گفتگو ہو۔ اور اُس معلوم (مطلق) کو دیکھا بغیر اس کے کہ وہ سامنے[عسه] ہو۔

ابو بکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد مین بیان کیا ہے کہ ایک دن ابو الحسن تمیمی حضرت ابو بکر شبلی کے گھر مین گئے تو دیکھا کہ جوش مین آکے وہ یہ اشعار پڑھ رہے ہین

عَلٰی بُعْدِكَ لَا يَصْبِرُ　　　مَنْ عَادَتُهُ الْقُرْبُ

تیرے فراق مین وہ شخص صبر نہین کر سکتا جسے پاس رہنے (وصل) کی عادت پڑی ہوئی ہے۔

وَلَا يَقْوٰی عَلٰی هَجْرِكَ　　　مَنْ تَيَّمَهُ الْحُبُّ

اور ہجر کے برداشت کرنے کی وہ شخص قوت نہین رکھتا جسے محبت نے ذلیل و خوار کر دیا ہو

[عسه] رسالہ قشیریہ - ۱۳۲ -

فَإِنْ لَمْ تَرَكَ الْعَيْنُ   فَقَدْ يُبْصِرُكَ الْقَلْبُ

تو اگر تجھے آنکھ نہیں دیکھتی تو دل دیکھ رہا ہے[عہ]۔

یہ دونوں شعر بھی آپ ہی کی جانب منسوب ہیں۔

تَسَرْمَدَ وَقْتِي فِيكَ فَهُوَ مُسَرْمَدٌ   وَأَفْنَيْتَنِي عَنِّي فَعُدْتُ مُجَرَّدَا

میرا وقت تیری ذات میں پہنچ کے ابدی ہو گیا۔ لہذا وہ سرمدی ہے۔ اور تو نے مجھے خود اپنے سے فنا کر دیا تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی مجرد پھر ہو گیا۔

تَغَرَّبَ أَمْرِي فَانْفَرَدْتُ بِغُرْبَتِي   فَصِرْتُ غَرِيبًا فِي الْبَرِيَّةِ أَوْحَدَا

میرا معاملہ نئی قسم کا ہو گیا تو میں اپنی غربت (ندرت) کے لحاظ سے یکتا ہو گیا۔ اور صحرا میں غریب و خائف ہو گیا[عسہ]۔

اکثر آپ کہا کرتے "خداوندا! کاش یہ معلوم ہوتا کہ تیرے نزدیک میرا کیا نام ہے۔ میرے ساتھ تو کیا کرنے والا ہے؟ اور میرے عمل کا خاتمہ کس چیز پر کرے گا؟"

پھر یہ اشعار پڑھتے۔

لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ ذِكْرِي   عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ سِرِّي

مجھے کاش معلوم ہوتا کہ وہ جو میرے بھیدوں کو جانتا ہے اُس کے وہاں میرا کس طرح ذکر آتا ہے؟۔

أَجَمِيلٌ أَمْ قَبِيحٌ   أَمْ بِخَيْرٍ أَمْ بِشَرٍّ

اچھا یا بُرا۔ بھلائی سے یا بُرائی سے۔

لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ حَالِي   بِيَقِينٍ أَمْ بِشَكٍّ

عہ ابن خلکان - ۲۲۵ - عسہ عوارف - ۱۰۶ -

کاش معلوم ہوتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ موت کے دن اور قیامت کے دن؟

لَیْتَ شِعْرِیْ کَیْفَ مَوْتِیْ   بِیَقِیْنٍ اَمْ بِشَکٍّ

کاش معلوم ہوتا کہ میری موت کیسی ہوگی یقین (ایمان) پر یا انکار پر؟

اَتَرٰی یَقْبَلُ قَوْلِیْ   اَمْ تَرٰی یَشْرَحُ صَدْرِیْ

کیا تمھاری رائے ہے کہ میرے کہنے کو وہ قبول کرے گا؟ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میرے سینے کو وہ کھول دے گا؟

لَیْتَ شِعْرِیْ کَیْفَ اَمْضِیْ   بِنَعِیْمٍ اَوْ بِجَمْرٍ

کاش میں جانتا ہوتا کہ کہاں جاؤں گا جنت میں یا دوزخ میں؟

فَدَعُوْا مَدْحِیْ وَوَصْفِیْ   فَاَنَا اَعْرِفُ قَدْرِیْ

تو تم میری تعریف اور توصیف چھوڑ دو کیونکہ اپنی قدر میں ہی خوب جانتا ہوں۔[عه]

حاکم نے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہ بن ابی ثابت خود مجھ سے کہتے تھے کہ ایک دن میرے سامنے کسی شخص نے شیخ ابوبکر شبلی سے پوچھا کہ اس شخص کی نسبت آپ کیا کہیں گے کہ کسی کلام کا مطلب تو نہیں سمجھا مگر سن کے اس شخص کو حال آگیا۔ اور بے سمجھے اُس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس کے جواب میں شبلی نے یہ اشعار پڑھے جو مشہور عاشق عرب مجنون عامری کے ہیں۔

رُبَّ وَرْقَاءَ هَتُوْفٍ بِالضُّحٰی   ذَاتِ شَجْوٍ صَدَحَتْ فِیْ فَنَنٍ

ایک کبوتری جو کچھ دن چڑھے بول رہی ہے اُسکی آواز میں درد ہے اور ٹہنیوں میں سے آواز دیتی ہے۔

[عه] روض الریاحین ۔ ۱۲۸۰

ذَکَرَتْ اِلْفاً وَدَهْراً سَالِفاً   فَبَکَتْ حُزْناً فَهَاجَتْ حَزَنِی

اس نے کسی محبت اور کسی اگلے زمانے کو یاد کیا تو غم سے روئی اور میرے غم کو حرکت دے دی۔

فَبُکَائِی رُبَّمَا اَرَّقَهَا   وَبُکَاهَا رُبَّمَا اَرَّقَنِی

تو میرے رونے نے کبھی اس کا دل رقیق کر دیا۔ اور اس کے رونے نے کبھی میرا دل رقیق کر دیا۔

وَلَقَدْ تَشْکُو فَمَا اَفْهَمُهَا   وَلَقَدْ اَشْکُو فَمَا تَفْهَمُنِی

وہ شکایت کرتی ہے اور میں اس کی زبان نہیں سمجھتا اور میں شکایت کرتا ہوں اور وہ میری زبان نہیں سمجھتی۔

غَیْرَ اَنِّی بِالْجَوٰی اَعْرِفُهَا   وَهِیَ اَیْضاً بِالْجَوٰی تَعْرِفُنِی

مگر اس کے سوز عشق سے میں اسے پہچانتا ہوں اور اس سوز عشق سے وہ بھی مجھے پہچانتی ہے۔

یہ دونوں شعر بھی حضرت ابوبکر شبلی کی زبان سے سنے گئے۔ اور فرمایا کرتے تھے

یَا اَیُّهَا السَّیِّدُ الْکَرِیْمُ   حُبُّکَ بَیْنَ الْحَشَا مُقِیْمُ

اے سردار کریم تیری محبت میرے سینے کے اندر ٹھہری ہوئی ہے۔

یَا رَافِعَ النَّوْمِ عَنْ جُفُوْنِی   اَنْتَ بِمَا مَرَّ بِی عَلِیْمُ

اے میری پلکوں سے نیند غائب کرنے والے مجھ پر جو کچھ گذری اسے تو جانتا ہے۔

طہ طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی جلد دوم ۱۲۳۔ حصہ رسالہ قشیریہ ۱۵۰۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حق کو مجاہدات کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہا وہ مقصد سے دور ہے۔ اور جس نے اُسے اُسی کے ذریعے سے طلب کیا اُسے وہ مل گیا۔ اور یہ فرما کے یہ دو شعر پڑھ دیتے۔

أَيُّهَا الْمُنْكِحُ الثُّرَيَّا سُهَيْلاً عَمْرَكَ اللّٰهُ كَيْفَ يَجْتَمِعَانِ

اے ثریا (ایک مشہور خاتون ثریا بنت علی بن عبداللہ بن الحارث) کا نکاح سہیل (سہیل بن عبدالرحمن بن عوف زہری) کے ساتھ کرانے والے خدا تیری بڑی عمر کرے کیونکر یہ دونوں جمع ہون گے۔

هِيَ شَامِيَّةٌ إِذَا مَا اسْتَهَلَّتْ وَسُهَيْلٌ إِذَا مَا اسْتَهَلَّ يَمَانِي

یہ (ثریا) جب طلوع کرے تو شامیہ ہوتی ہے۔ اور سہیل جب طالع ہوتا ہے یمانی ہوتا ہے[۵]۔

یہ مشہور شاعر عمرو بن ربیعہ مخزومی کے اشعار ہین وہ ثریا اور سہیل (مذکورین) کا عقد ہونے کی تعریض کرتا ہے۔ اور اُن دونوں کو آسمان کے ثریا و سہیل سے تعبیر کرکے کہتا ہے کہ قاضی صاحب آپ نے یہ کیا معجزہ دکھا دیا کہ ثریا اور سہیل کا قران پیدا کر دیا حالانکہ ثریا (ستارہ) شام کی طرف طلوع کرتا ہے اور سہیل یمن مین۔

ایک شخص نے حضرت شبلی کے حلقۂ ذوق مین شریک ہوئے اور سامنے مؤدب کھڑے ہو کے پوچھا "حضرت آیا ایسا ہو سکتا ہے کہ صحت وجود کے آثار صاحبان وجد پر ظاہر ہون؟" فرمایا "ہان۔ ایک نور نمایان ہوتا ہے جسکی حالت آتش

---

[۵] طبقات الکبریٰ للشعرانی ۱۲۴

شوق سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ اور انسانی ہیکلوں (جسموں) پر اس سے آثار چھپے گئے ہیں۔ جیسے کہ ابن المعتز نے کہا ہے۔

وَاَمْطَرَ الْکَاْسُ مَاءً مِنْ اَبَارِقِهَا   فَاَنْبَتَ الدُّرَّ فِیْ اَرْضٍ مِنَ الذَّهَبِ

جام میں صراحیوں سے ایک مینہ برسا جس نے سونے کی زمین (سطح جام) ین موتی اگا دئے۔

وَسَبَّحَ الْقَوْمُ لَمَّا اَنْ رَاَوْا عَجَبًا   نُوْرًا مِنَ الْمَاءِ فِیْ نَارٍ مِنَ الْعِنَبِ

اور لوگوں نے جب پانی کا ایک نور انگور کی آگ میں چمکتے دیکھا تو متعجب ہو کے سبحان اللہ کہہ اٹھے۔

سُلَافَةٌ وَرِثَتْهَا عَادٌ عَنْ اِرَمٍ   کَانَتْ ذَخِیْرَةُ کِسْرٰی عَنْ اَبٍ فَاَبِ

آب انگور جس کے قوم عاد والے باغ ارم[عہ] سے وارث ہوئے ہیں اور جو کسریٰ کے وہاں آباؤ اجداد سے امانت چلا آتا تھا۔

ایک دن نماز عصر پڑھنا بھول گئے۔ اور وقت آخر ہو گیا۔ جیسے ہی خیال آیا اٹھ کے نماز پڑھی اور ہنس کے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

نَسِیْتُ الْیَوْمَ مِنْ عِشْقِیْ صَلَاتِیْ   فَلَا اَدْرِیْ عِشَائِیْ مِنْ غَدَاتِیْ

اپنے عشق کی دھن میں آج میں نماز ہی بھول گیا۔ اب تو مجھے صبح و شام کا فرق بھی[عہ] نہیں معلوم ہوتا۔

ایک مرتبہ کسی نے حاضر خدمت ہو کے عرض کیا کہ میرے حق میں دعا فرمائیے۔ جواب میں یہ شعر پڑھ دیا۔

عہ رسالہ قشیریہ ۔ ۵۴۔ عہ طبقات الکبریٰ ۱۲۲

مَضٰی زَمَنٌ وَالنَّاسُ یَسْتَشْفِعُوْنَ بِیْ   فَھَلْ لِیْ اِلٰی لَیْلَی الْغَدَاۃَ دَلِیْلُ

وہ زمانہ گذر گیا جب لوگ مجھ سے سفارشیں اٹھوایا کرتے تھے۔ اب تو کوئی ایسا شخص ہے جو کل لیلیٰ کے پاس جا کے میری سفارش کر دے؟ عہ

ایک مرتبہ عالم وجد و حال میں ابو نواس کا یہ شعر پڑھا تھا جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور اب یہ اس کا اعادہ کرتے ہیں۔

لِیْ سَکْرَتَانِ وَلِلنُّدْمَانِ وَاحِدَۃٌ   شَیْءٌ خُصِصْتُ بِہٖ مِنْ بَیْنِھِمْ وَحْدِیْ

مجھے دو نشے ہیں اور حریفان صحبت کو صرف ایک۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے لیے ان میں سے اکیلا میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں عسہ۔

لوگوں نے کسی موقع پر کہا کہ آپ موٹے تازے نظر آتے ہیں۔ لیکن جس محبت کا آپ کو دعویٰ ہے اس کا یہ تقاضا تھا کہ آپ دبلے ہوتے۔ فرمایا۔

اَحَبَّ قَلْبِیْ وَمَا دَرٰی بَدَنِیْ   وَلَوْ دَرٰی مَا اَقَامَ فِی السِّمَنِ

میرا دل محبت میں مبتلا ہوا۔ اور بدن کو خبر نہ ہوئی۔ اور اگر خبر ہوتی تو موٹا نہ رہتا سہ

ابو محمد رازی کا بیان ہے کہ جس رات حضرت ابوبکر شبلی کا انتقال ہوا ہے ساری رات وہ یہ دو شعر پڑھتے رہے۔

کُلُّ بَیْتٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ   غَیْرُ مُحْتَاجٍ اِلَی السُّرُجِ

جس گھر کا تو رہنے والا ہو اس میں چراغ روشن کرنے کی ضرورت نہیں۔

وَجْھُکَ الْمَاْمُوْلُ حُجَّتُنَا   یَوْمَ یَاْتِی النَّاسُ بِالْحُجَجِ

تیرا چہرہ جو لوگوں کی امید گاہ ہے ہماری دلیل ہوگا جس دن کہ لوگ اپنی

عہ نفحات الانس ص ۱۷۰۔ عسہ رسالہ قشیریہ ص ۲ سہ نفحات الانس ص ۱۷۵۔

اپنی وسعتین لا کے پیش کرین گے۔ یہی خیال فارسی مین کس خوبی سے ادا کیا گیا ہے۔

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را
من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان در بغل

آخر عمر مین اکثر یہ شعر بھی آپ کی زبان فیض ترجمان پر جاری رہتا تھا۔

وَكَمْ مِنْ مَوْضِعٍ لَوْ مُتُّ فِيهِ
لَكُنْتُ بِهِ نَكَالًا لِلْعَشِيرَةِ

اور کتنی جگہین ہین کہ اگر مین اُن مین مر جاؤن تو وہان والون کے حق مین ایک عذاب ہو جاؤن۔[عہ]

جبکہ نزع کا عالم طاری تھا لوگون نے کہا کہیے لا الٰہ الا اللہ فرمایا۔

قَالَ سُلْطَانُ حُبِّهَا أَنَا لَا أَقْبَلُ الرُّشَا
فَسَلُوهُ فَدَيْتُهُ لِمَ بِقَتْلِي تَحَرَّشَا

اُس کی محبت کے سلطان نے کہا کہ مین رشوت نہین قبول کرتا تو اُسکے حق کا واسطہ دلا کے اُس سے پوچھو کہ پھر میرے قتل کے بارے مین کیون لوگون کے کہے مین آگیا۔

شاید تتبع اور جستجو سے آپ کے اور اشعار یا آپ کے مذاق شعر خوانی کے اور نمونے نظر آجائین مگر اس قدر بہت کافی ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کا مذاق شاعرانہ کس قدر نکھرا اور لطیف تھا۔ اور کیسے صحیح محل پر آپ اشعار کو کام مین لاتے تھے۔ کیا عجب کہ تصوف مین شاعری کی چاشنی دینا اور شاعری کو تصوف کا خلعت شاہانہ پہنا دینا آپ ہی کا ایجاد ہو۔ لیکن ایسا دعویٰ کرنے کے لیے ابھی ہم تیار نہین ہین۔

عہ رسالۂ قشیریہ۔ ۱۷۰۔ عہ ابن خلکان جلد اول۔ ۲۲۵۔

آپ کے سفر

امام ابو القاسم قشیری فرماتے ہین کہ صوفیہ کی حالتین جداگانہ رہی ہین۔ انھین سے بعض بزرگ اول سے آخر تک مقیم ہی رہے۔ اور اپنے گوشۂ عزلت کو چھوڑ کے منزل سفر مین کبھی قدم نہ رکھا۔ جیسے حضرات جنید بغدادی، سہیل بن عبداللہ، بایزید بسطامی اور ابو حفص حداد وغیرہم۔ بعضون نے سفر اختیار کیا۔ ساری زندگی غریب الوطنی کی نذر کر دی اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی سیاحت ہی مین تھے۔ جیسے ابو عبداللہ مغربی، ابراہیم بن ادہم وغیرہما۔ بہتون کی یہ حالت رہی کہ ابتدائی حال مین مشغول سیاحت ہوئے بہت سے سفر کیے۔ اور اس کے بعد ایک جگہ پاؤن توڑ کے بیٹھ گئے۔ جیسے ابو عثمان حیری۔ اور ابو بکر شبلی وغیرہما[عه]"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ ابو بکر شبلی کی زندگی ابتداءً سفر مین گذری۔ اور آخر عمر مین اقامت گزین ہو گئے تھے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی سیرت لکھنے والون نے آپ کے حالات سفر بیان کرنے مین نہایت بے پروائی اور کوتاہی سے کام لیا ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ آپ نے ایک ہی نہین متعدد سفر حج کیے ہون گے۔ لیکن کتب سیرت سے آپ کا ایک دفعہ حج کرنا بھی نہین ثابت ہوتا۔ ہان معاصرت کی ایک مشہور کتاب مین البتہ آپ کے حالات زندگی کے تذکرہ مین ہے کہ حضرت ایک سال حج کو تشریف لے گئے دور سے جیسے ہی مکہ معظمہ کی عمارت نظر آئی ذوق و شوق کا ایسا ہیجان ہوا کہ غش کھا کے گر پڑے۔ اور جب ہوش آیا

[عه] رسالہ قشیریہ۔

تو زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

مَا بَقَاءُ الدُّمُوعِ فِی الْآمَاقِ [illegible] دَائِمٌ وَاَنْتَ مُحِبٌّ

یہ اُن کا مکان ہے اور تو عاشق ہے۔ پھر یہ آنسوؤں کا آنکھوں میں باقی رہنا کیسا؟

ہمارے سابقہ بیانوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ تصوف کے [illegible] مذاق میں آنے سے پہلے آپ نہاوند کے والی اور حاکم تھے۔ لہذا اُس زمانے کو بھی سفر کا زمانہ خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ وطن سر من رای تھا اور حکومت علاقہ [illegible] کی۔ مگر اُس سفر کو اُس قسم کی غریب الوطنی سے کوئی علاقہ نہیں جو بقول علامہ قشیری کے اہل باطن کی ریاضت و ایک قسم کی شان ولایت ہے۔

ہاں اُس کے چند روز بعد جب آپ حضرت جنید کی خانقاہ فیض میں پہونچے اور انھوں نے فرمایا کہ تم ایک صوبہ کے حاکم رہ چکے ہو اور خدا کی مخلوق کا ایک بڑا حصہ تمھارے زیر دست رہ چکا ہے چلو وہاں جاؤ اور ہر اُس شخص سے جو تمھارے زیر حکومت رہا ہو معافی چاہو اور حق العباد سے سبکباری حاصل کرو اس وقت آپ کا پہلا سفر ولایت شروع ہوا۔ افسوس ہمیں آپ کے اس سفر کے بھی تفصیلی حالات نہیں معلوم لیکن خیال سے مدد لی جائے تو نظر آ جاتا ہے کہ آپ کس طرح گاؤں گاؤں پھرے ہوں گے۔ ایک ایک دروازے پر گئے ہوں گے اور اُن لوگوں کے سامنے جو کل تک حلقہ بگوش اطاعت تھے سر عجز جھکایا ہوگا اور عاج عفو تقصیر کی خواہش کی ہوگی جنھوں نے اپنا کچھ حق بتایا ہوگا اُن کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہوگی اور چند روز میں سبکبار و سبکدوش ہو کے دل پر سے حق العباد کا بار

عہ مستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول۔ ۱۲۸۔

اُتار کے ہلکے پھلکے مطمئن اور شگفتہ خاطر حضرت شیخ کی خدمت مین واپس آئے ہونگے لیکن ابھی سفر کا خاتمہ نہین ہوا تھا کیونکہ سرکشی نفس کا غرور توڑنے کے لیے ربا شیخ سے اور ریاضتین بھی بتائی گئی تھین۔ جن مین سے دو سال گدائی و دریوزہ گری کرنا تھا۔ اس زمانے کو بھی سفر ہی مین شامل سمجھنا چاہیے کیونکہ کہین جمکر قیام کیا اور شب و روز پھرتے اور ادھر ادھر گشت کرتے ہی گذرے۔ سب آپ کے انہی سفرون کی بنا پر اہل سیر کہتے ہین کہ آپ کا ابتدائی زمانہ سفر مین بسر ہوا آپ کی زندگی مین دو ایک واقعات اور بھی ایسے ظاہر ہوتے ہین جن سے ضمنی طور پر آپ کے سفر اور بادیہ گردی و دشت نوردی کا پتہ لگتا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ بانوسرب مین آپ دشت نوردی کرتے ہوئے ایک قبرستان پر گذر ہوا۔ جہان دیکھا کہ ایک شخص روتا جاتا اور بار بار آسمان کی طرف سر اُٹھا کے دیکھتا پھر زمین پر گال رگڑتا ہے اور تسبیح و تہلیل مین مشغول ہے۔ دل مین آئی کہ اس سے چل کے ملنا چاہیے۔ چنانچہ راستہ چھوڑ کے اسکی طرف چلے۔ جب اس نے یہ دیکھا تو اُٹھ کے آگے روانہ ہوا۔ آپ نے قدم تیز کیے تو وہ دوڑ کے بھاگنے لگا۔ آخر آپ نے تنگ آ کے آواز دی کہ اے ولی اللہ ذرا ٹھہرئیے۔ اس نے دور ہی سے جواب دیا کہ نہین۔ آپ نے قسم دلائی۔ لیکن اس نے اب بھی نہ مانا۔ جب آپنے کہا اچھا اگر [illegible] تو اپنی سچائی کا ثبوت دو۔ یہ سنتے ہی اس نے تین بار اللہ اللہ اللہ کا نعرہ بلند کیا اور دھم سے گر پڑا۔ قریب جا کے دیکھا تو بیجان تھا اور روح مفارقت کر چکی تھی۔ اب آپ کو فکر ہوئی کہ اس خدا رسیدہ شخص کی تجہیز و تکفین و تدفین کرنی چاہیے۔ اس قبرستان سے نکل کے ایک خیمۂ عرب کے پڑاؤ مین تشریف لے گئے

اُن سے اِس فرض کفائی کے متعلق مدد حاصل کی۔ اور واپس آئے۔ لیکن یہان آ کے جو دیکھتے ہین تو لاش غائب ہے۔ متحیر و پریشان کھڑے تھے کہ عالم غیب سے آواز دی "ملائکہ نے اُسکی تجہیز و تکفین کر دی۔ تجھے فکر کرنے کی ضرورت نہین۔ تو جا کے عبادت کر۔ صدقہ و خیرات دے اور اپنے کام سے لگ۔ کیونکہ انھین اعمال کی بدولت اس مرحوم شخص نے یہ مرتبہ پایا۔" آپ اور زیادہ حیران ہوئے کہ "یہ کون شخص تھا؟ اور اُس کے کیا حالات تھے"۔ چنانچہ اِن سوالات کو آواز بلند اُس منادی غیب کے سامنے پیش کیا۔ جواب ملا کہ "یہ شخص ابتدائے عمر مین نہایت ہی گنہگار سیہ کار تھا۔ فسق و فجور، اور زنا مین مبتلا تھا۔ لیکن بارہ برس کا زمانہ گزرا کہ ایک خواب سے متنبہ ہو کے توبہ کی اور متقی و پرہیزگار بن گیا۔ کل کے دن اتفاقاً ایک سائل نے اِس سے سوال کیا۔ جسے اِس نے اپنے کپڑے اُتار دیے۔ سائل نے خوش ہو کے دُعا دی کہ خدا تیری مغفرت کرے۔ وہ دُعا خدا نے قبول کر لی اور اسے یہ رتبہ عطا ہوا کہ فرشتون نے تجہیز و تکفین کی۔"[عہ]

اسی طرح کا ایک وہ واقعۂ سفر بھی ہے جسے ہم بیان کر آئے ہین کہ اکل حلال کھانے کا عہد کیا تھا۔ جنگل بیابان مین مارے مارے پھرتے تھے۔ اور بھوک لگی ہوئی تھی۔ اتفاقاً ایک انجیر کا درخت نظر آیا۔ ہاتھ بڑھایا کہ کچھ پھل توڑ کے کھائین کہ خود اُس درخت نے آواز دی "اپنے عہد کو نہ توڑو۔ اور میرے پھل کھانے کا ارادہ نہ کرو۔ کیونکہ مین ایک یہودی کی ملکیت ہون۔"[عہ]

ادب کی بعض کتابون مین حضرت شیخ ابوبکر شبلی ہی کی زبانی ایک بڑا

[عہ] عوارف۔ ۲۰۸۔ [عہ] رسالۂ قشیریہ۔ ۲۲۶۔

طولانی قصہ بیان کیا گیا ہے جس سے آپ کے دو اور سفرون کا پتہ چلتا ہے۔

اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دار السّلام بغداد مین ابو عبد اللہ اندلسی نام ایک بڑے صاحب علم و فضل ولی اللہ تھے۔ جو قرآن مجید کی تمام قرأتون سے واقف اور ۳۰ ہزار حدیثون کے حافظ تھے۔ وہ ایک مرتبہ معتقدین اور اہل باطن احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ سفر کو نکلے۔ ہمراہیون مین جنید بغدادی اور شیخ ابو بکر شبلی بھی تھے۔ ارض شام کے ایک گاؤن مین پہونچ کے اُنھون نے مسیحیون کی صنم پرستی دیکھی۔ اور اُنھین ذلت کی نظر سے دیکھا۔ اِسی اثنا مین کسی کنوین پر کسی قریہ کی۔ با جمال لڑکی پر جو رومی الاصل تھی نظر پڑی اور عاشق ہو گئے۔ کل ہمراہیون کو چھوڑ کے اور سب کو واپس کر کے شادی کا پیام دیا۔ جواب ملا کہ جسے اِس نازنین کی آرزو ہو دین مسیحی اختیار کرے۔ گرجون کی خدمت کرے۔ اور سور چرائے۔ ابو عبد اللہ موصوف نے سب شرطین منظور کر لین۔ اور عیسائی ہو کے سور چرانے لگے۔

ایک زمانے کے بعد شیخ ابو بکر شبلی شیخ موصوف کے چند مریدون کے ساتھ پھر اس گاؤن مین پہونچے اور اُنھین اِس ابتر حالت مین پایا کہ دین سے مس نہین۔ قرآن و حدیث بھول گئے۔ علم و فضل رخصت ہو گیا۔ اور عیسائیون کی ٹوپی پہنے ہوئے سور چرا رہے ہین۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اپنے آپ کو ضلالت و گمراہی مین۔ رحمت الٰہی سے دور۔ کفر و شرک مین مبتلا۔ اور عبرت روزگار باور کرتے ہین۔ ان سب لوگون نے واپسی کی درخواست کی تو اُنھون نے کہا خدا کو جو کچھ منظور ہے وہی ہوگا۔ تم اِس مین دخل نہ دو۔ اور اپنی حالت پر روئے۔

حضرت ابو بکر شبلی مع اپنے ہمراہیون کے واپس روانہ ہوئے تو شیخ ابو عبداللہ اندلسی نے بارگاہ باری تعالیٰ مین دعا کی جو قبول ہوئی۔ اور نور ایمان سینے مین چمکا۔ آگے تیسرے دن حضرت ابو بکر شبلی سے مل گئے۔ غسل کر کے پاک کپڑے پہنے۔ عبادت کی۔ اور پھر اُن مین وہی اگلا سا علم و فضل اور زہد و تقویٰ موجود تھا۔ اُنھون نے بیان کیا کہ عیسائیون کی صنم پرستی دیکھ کے میرے دل مین غرور اور خود پرستی کا خیال پیدا ہو گیا تھا اُسی کی مجھے یہ سزا ملی کہ اُنھی کے فتنہ مین مبتلا کیا گیا" اس کے بعد وہ بغداد مین واپس آ کے اپنی خانقاہ مین مقیم ہوئے۔ اور پھر وہی ذوق و شوق اور عبادت و ریاضت کی صحبتین قائم ہو گئین۔

اُن کو واپس آئے چند روز ہوئے تھے کہ ایک دن کسی نے دروازے پر دستک دی حضرت ابو بکر شبلی نے جو اُس وقت صحبت مین موجود تھے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک عورت سیاہ چادر مین لپٹی ہوئی کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ شیخ سے کہو جس لڑکی کو آپ فلان گاؤن مین چھوڑ آئے تھے حاضر ہے۔" اُس کے آنے کا حال سُن کے شیخ ابو عبداللہ اُندلسی کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ بلوا کے حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ آپ کے چلے آنے کے بعد میری بیتابی اور اُلجھن بڑھی۔ ایک محترم پیر مرد نے خواب مین آ کے ہدایت کی کہ تو شیخ ابو عبداللہ کی پیروی کر اور مسلمان ہو جا۔ چنانچہ مین اُن کی تلقین سے مسلمان ہوئی۔ پھر اُنھون نے میری آنکھین بند کرا دین۔ اور ہاتھ پکڑ کے دو قدم چلے۔ تھوڑی دیر مین اُنھون نے مجھے یہان دجلہ کے کنارے لا کے کھڑا کر دیا۔ اور اشارہ کر کے بتایا کہ وہ سامنے شیخ کی خانقاہ ہے۔ اور تم جانا تو کہنا کہ خضر نے آپ کو سلام کہا ہے۔" یہ سُن کے شیخ نے اُسے رہنے کو ایک

حجرہ دیا۔ مگر پہلی دفعہ صورت دیکھنے کے بعد پھر کبھی اُس سے نہ ملتے تھے۔ اور وہ شب و روز عبادت و ریاضت مین مشغول رہتی تھی۔ یہان تک کہ بڑی مشہور عابدۂ زمانہ ہوگئی۔

تھوڑے زمانے کے بعد وہ بیمار پڑی۔ اور مرض بڑھتا ہی گیا جب زندگی سے مایوس ہوئی تو شیخ کے پاس کہلا بھیجا "قبل اِس کے کہ مین دنیا سے رخصت ہون ایک دفعہ مجھے اپنی صورت دکھا جائیے" شیخ ابوعبداللہ گئے۔ اُسے روتے دیکھ کے دلدہی کی۔ اور فرمایا کہ کل یوم القرار مین ہمارا تمھارا ساتھ ہوگا گھبراؤ نہین۔ اِس کے بعد وہ مرگئی۔ کچھ دنون بعد شیخ نے بھی مرض موت مین مبتلا ہو کے سفر آخرت کیا۔ اور شیخ ابوبکر شبلی نے خواب مین دیکھا کہ بارگاہ صمدی سے اُنھین ستر حورین عطا ہوئی ہین۔ اور سب سے پہلے اُن کا عقد اسی رومیہ لڑکی کے ساتھ ہوا ہے[۵]۔

بس اِس کے سوا آپ کے سفر کا اور کوئی واقعہ ہمین نہین معلوم ہوسکا۔

سماع اور صحبتِ حال وقال

حضرت جنید بغدادی کی طرح آپ بھی باوجود غریق بحر معرفت ہونے اور خودرفتگی کی مستانہ شان رکھنے کے سماع کی نسبت یہی رائے رکھتے تھے کہ نہایت ہی نازک اور خطرناک چیز ہے ایک دن لوگون نے پوچھا کہ "یا حضرت سماع کی نسبت آپ کیا رائے رکھتے ہین؟" فرمایا "اُس کا ظاہر فتنہ ہے اور باطن عبرت۔ لہذا

---

[۵] مستطرف فی کل فن مستظرف، جلد اول۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔

جیسے اشارات یعنی رموز باطن میں پوری معرفت حاصل ہو وہی اُس کے ذریعہ سے عبرت حاصل کرنے کا مجاز ہے ورنہ فتنہ میں پڑ جائے گا[ے]۔

اس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی رائے میں سماع مخصوص انہیں لوگوں کے لیے ہے جو اُس کے اہل ہوں۔ اُس کی عام تعلیمیں [illegible] کر دیا۔ اور یہ کہ ہمہ کے لیے نغمہ و سرود کا دروازہ کھول دینا ہرگز جائز نہیں۔ علی الخصوص جب یہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضرت جنید و شبلی کے عہد میں جس قسم کے سماع کو اہل ذوق نے اپنے لیے جائز کیا تھا اُس میں مزامیر اور آلات طرب بھی تھے یا صرف خوش گلوئی کے ساتھ شعر خوانی تھی۔

آپ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا تھا کہ بعض لوگ گانا سنتے ہیں۔ اور اگرچہ اشعار کا مطلب نہیں سمجھتے مگر حال آ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے نسبت آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ جواب میں آپ نے مجنون عامری کے چار شعر پڑھے جو ذوق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور اُن سے اس اعتراض کا جواب شافی بھی ایسی خوبصورتی سے مل جاتا ہے کہ اس سے اچھا عنوان جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

ذبت ورقاء هتوفِ بالضحی　　ذاتَ شجوٍ صدحت فی فنن

ہمارے احاطہ میں ایک کبوتر کی آواز آ رہی ہے اُس کی آواز میں درد ہے اور پتوں میں بول رہا ہے۔

وَلَقَدْ تَشْكُو فَمَا أَفْهَمُهَا　　وَلَقَدْ أَشْكُو فَمَا تَفْهَمُنِي

وہ بھی شکایت کرتی ہے جسے میں نہیں سمجھتا اور میں بھی شاکی ہوں جو اُس کی

[ے] عوارف ۔ ۱۴۵ ۔ و رسالہ قشیریہ ۔ ۲۲

سمجھ مین نہین آتی۔

غَیرَ اَنّی بِالھَوی اَعرِفُھَا   وَھُوَ اَیضًا بِالھَوی تَعرِفُنِی

سوا اس کے کہ عشق کے تعارف کرانے سے مین اُسے پہچانتا ہون۔ علیٰ ھذا القیاس وہ مجھے عشق کے ذریعہ سے پہچانتی ہے۔

ذَکَرَتُ الفَاوِدھــیًا صَالحًا   فَبَکَتْ شجواً وَھاجت شجنی

وہ محبت اور اچھے زمانے کو یاد کرکے درد سے روئی اور میرے غم کو حرکت دے دی۔ عـــہ

آپکے اس ذوق وشوق کا یہ اثر تھا کہ آپ کے عالی مرتبہ اور صاحب علم وفضل تلامذہ بھی سماع کے نہایت ہی دلدادہ تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم نصرآبادی کا شمار بھی اسی قسم کے صاحبان ذوق مین تھا۔ وہ آپ کے اعلیٰ درجے کے اصحاب مین تسلیم کیے جاتے تھے۔ علم حدیث اور کثرت روایت مین شہرت رکھتے تھے۔ اور اپنے عہد مین شیخ خراسان مشہور تھے۔ مگر باوجود ان کمالات ظاہری کے اُنھین سماع مین بہت دلچسپی تھی۔ یہان تک کہ ایک دن اُن مین اور ابوعمرو بن نجید مین جو ابوعثمان حیری کے اصحاب وتلامذہ مین تھے اور جنید بغدادی کی آنکھین دیکھے ہوئے تھے کسی صحبت مین تکرار ہوگئی۔ ابوعمرو نے اُنھین سماع اور نغمہ وغیرہ مین منہمک ہونے پر الزام دیا۔ نصرآبادی نے جواب مین کہا "مین بے شک ملزم ہون اور آپ کا کہنا سچ ہے مگر جس صحبت مین ایک شخص تو قول مباح کہتا ہو اور باقی سب خاموش ہون اُس محفل سے اچھی ہے جس مین غیبتین کی جاتی ہون"۔ عـــہ

عـــہ نفحات الانس - ۱۷۵ - عـــہ عوارف - ۱۴۹ و ۱۵۰ -

اِس کے متعلق ہمین کوئی محاکمہ کرنے کی ضرورت نہین۔ لیکن اِس واقعہ سے ضمناً اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ اُس وقت کے سماع کی صحبتون مین صرف ایک مغنی گانے والا ہوتا تھا اور اُس کے ساتھ کوئی اور آواز نہین سُنی جاتی تھی۔ اگر مزامیر یعنی طنبورے اور ڈھولک کے قسم کی کوئی چیز ہوتی تو ابو القاسم نصرآبادی یہ نہ کہہ سکتے کہ ایک شخص تو قول مباح کہتا ہو اور باقی سب خاموش ہون۔ لہٰذا وہ غنا صرف شعرخوانی سے عبارت ہے نہ نغمہ مروجہ سے جیسا کہ اکثر عوام مین خیال کیا جاتا ہے۔

تعلیم اور طرزِ تعلیم

آپ کی تعلیم نہایت سخت تھی۔ اور اس قدر دشوار کہ بہت کم لوگ اُس کے متحمل ہو سکتے ہون گے۔ لیکن مدرسۂ باطن کی تعلیم ہوتی ہی سخت ہے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤن اور تمام اعضا و جوارح کو کسی کام سے روک کے اپنے قابو مین لانا اتنا مشکل نہین جس قدر کہ دل کو صرف ایک طرف متوجہ رکھنا اور خیال کو اِدھر اُدھر جانے سے روکنا ہے۔ اگر ہم اپنے نفوس کا اندازہ کرین تو دل پر ایسا قابو حاصل کرنا ہمارے نزدیک منجملہ محالات نظر آتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے اپنے مدرسۂ باطن مین لیتے وقت جیسی جیسی سخت ریاضتین آپ سے کرائین اُن پر کاربند ہونا اور اُن کو بجا لانا سچ یہ ہے کہ آپ ہی کا کام تھا۔ ورنہ ہماری تو اتنی مجال نہین کہ نفس انسانی کو یون زنجیرون مین بند کرکے اپنا مطیع و منقاد بنا لین۔ لیکن جہان آپ نے معیار خدا پرستی اتنا سخت

قرار دیا تھا وہاں خدا نے آپ کو مرید اور عقیدت کیش بھی ایسے سچے صاحب خلوص اور دُھن کے پکے دیے تھے کہ ہر طرح کی ریاضت و نفس کُشی کرنے پر آمادہ ہو جاتے اور چاہے کیسی ہی زحمت و مصیبت کا سامنا ہو تا مرشد کا حکم بجا لانے مین کوتاہی نہ کرتے۔ دراصل اُس زمانے کی یہی خیر و برکت تھی جس نے ہر علم و فن مین ایسے ایسے باکمال پیدا کر دیے جیسے کہ اسلام کو پھر کم نصیب ہوئے۔

ابو العباس دامغانی کو جو آپ کے مریدین مین تھے آپ نے ہدایت فرمائی کہ "خلوت اختیار کرو۔ لوگون مین سے اپنا نام مٹا دو۔ اور دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ۔ یہان تک کہ اسی حالت مین موت آجائے" عہ ایک اور مرید کو نصیحت فرمائی کہ "پرہیزگاری تین طرح کی ہے۔ (۱) زبان سے۔ (۲) ارکان۔ (اعضا و جوارح) سے (۳) اور دل سے۔ زبان کی پرہیزگاری یہ ہے کہ جس امر سے کچھ تعلق نہ ہو اُس مین انسان خاموش رہے۔ ارکان کی پرہیزگاری یہ ہے کہ شبہات چھوڑ دیے جائین اور جو چیز شکوک پیدا کرتی ہو اُسے چھوڑ کے اُس چیز کی طرف رجوع کیا جائے جس مین شک و شبہ نہین۔ اور دل کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ذلیل و حقیر ارادون اور بُرے خیالات سے پیچھا چھڑا لیا جائے" عہ

حصری جو آپ کے مریدان خاص مین تھے جب پہلے پہل مرید ہو کے علم باطن مین مشغول ہوئے تو حضرت ابوبکر شبلی کی خدمت مین ہر جمعہ کو حاضر ہو کے درس حقیقت لیا کرتے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ "ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جبکہ تم میرے پاس آتے ہو اس اثنا مین اگر خدائے واحد ذوالجلال کے سوا کسی

عہ رسالۂ قشیریہ - ۶۷ - عہ عوارف - ۲۹۴ -

اور کا خیال بھی تمہارے دل میں گذر جائے تو تجھین میرے پاس آنا حرام ہے۔

ایک مرتبہ ایک درویش اپنی ریاضت میں ہارا ہوا اور اپنی زندگی سے بیزار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ "یا حضرت۔ وفاداری دین کا واسطہ میری فریاد رسی کیجیے۔ بتائیے کہ اب کیا تدبیر کرون؟ کیا اس راہ حق سے مایوس ہو کے واپس لوٹ جاؤن؟" فرمایا "اے شخص تو تو کفر کے دروازے کی کنڈی کھڑکھڑا رہا ہے۔ کیا نہین سنا کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ؟ (رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو) یہ سنتے ہی اس نے کہا "ہان اب مجھے اطمینان ہوا" اس کی زبان سے یہ کلمات سن کے آپ نے فرمایا "ہان! حضرت جل وعلا کو آزماتا ہے؟ کیا نہین سنا کہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون" (سوا بدنصیب زیان کارون کے کوئی شخص اللہ کے مکر سے بے پروا نہین ہے) بولا "پھر آپ ہی فرمائیے کہ مین کیا کرون؟" ارشاد ہوا "جا حضرت عزاسمہ کے دروازے پر سر ٹیک یہان تک کہ دم نکل جائے۔ شاید آواز آجائے کہ من بالباب" (دروازے پر کون ہے؟)

اس سے بخوبی روشن ہے کہ جس منزل باطن مین آپ اپنے مریدون کو لیجانا چاہتے تھے وہ کس قدر دشوار اور کٹھن تھی۔ اور کیونکر نہ ہو اسی راستے کو بڑی سخت آزمائشون اور دشوار سے دشوار ریاضتون سے خود آپ نے طے کیا تھا۔ غرض حضرت جنید نے جس قسم کی نفس کشیان آپ سے کرائی تھین ویسی ہی نفس کشیان آپ اپنے مریدون سے کراتے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوکے اور توبہ کرکے طالب حق بنتا

عـہ طبقات الکبریٰ ۔ ۱۲۳ ۔ رسالہ قشیریہ ۔ ۲۳۶ ۔ عـہ تذکرۃ الاولیاء ۔ ۶۹۰ ۔

تو آپ اُس سے فرماتے "جنگل مین جا۔ توکّل اختیار کر۔ اور تمام امور سے مجرد ہونے کے بعد خانۂ کعبہ کا حج کر کے آ۔ تب تو میری صحبت کے قابل ہوگا" یہ کہنے کے بعد بغیر کسی زاد راہ اور سواری کے اُسے اپنے ہم صحبتون کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کر دیتے۔ لوگون نے عرض کیا کہ "آپ تو خدا کی مخلوق کے ہلاک کرنے کا بند و بست کر رہے ہین" فرمایا "نہین۔ میرے پاس جو آتا ہے اُس کی غرض خدا شناسی ہوتی ہے۔ میری مصاحبت کے لیے کوئی نہین آتا۔ اور اگر بالفرض اُسکے دل مین میری خدمت ہی کا خیال ہے تو پھر یہ بُت پرستی ہے۔ اور اس سے تو وہ میرے پاس آنے سے پہلے ہی اچھا تھا۔ کیونکہ موحّد فاسق زاہد راہبون سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور جب معلوم ہو گیا کہ ان لوگون کی غرض جستجوے حق ہے تو پھر کوئی اندیشہ نہین۔ اس راہ مین ہلاک ہو گئے تو بھی سمجھو کہ فائز المرام ہو گئے۔ لیکن اگر یہ سب مصیبتین جھیل کے واپس آ گئے تو اس سفر کی تکلیفین اُنہین ایسا راستباز بنا دین گی کہ یہان ٹھہر کے اگر دس سال تک مجاہدہ کرتے تو بھی اتنے درست نہ ہوتے" اس ارشاد سے بخوبی پتہ چل سکتا ہے کہ آپ کیسی سخت ریاضت کراتے تھے۔ اور جو شخص آپ کے حلقۂ ارادت مین شریک ہو جاتا تھا اُس کی کتنی جلد اصلاح ہو جاتی تھی۔

جو مرید آپ کی خانقاہ مین حاضر رہتے اُن سے بھی تھوڑی ہی نفس کُشی نہین کرائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنی خانقاہ سے نکل کے مریدون مین تشریف لائے جن کا شمار چالیس تھا۔ اور اُن سے فرمایا "لوگو!

---

۵ تذکرۃ الاولیا۔ ۶۹۵۔

اللہ جل شانہ بندون کے رزق کا کفیل ہے۔ اور فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (جو پرہیزگاری سے ساتھ اُسکی طرف رجوع کرے اُس کے لیے بسر کے دینے کھولتا اور وہان سے رزق دیتا جہان سے ملنے کا اُسے خیال بھی نہ تھا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اُس کے لیے کافی ہے" آپ کی ہدایت سن کے سب نے توکل اختیار کر لیا۔ اُسی اللہ جل شانہ سے لو لگائی۔ اور سب طرف سے توجہ ہٹا لی۔ آپ انھین اس عہد کا پابند کرکے واپس چلے آئے۔ اور اُن کی یہ حالت ہوئی کہ تین دن گزر گئے۔ اور کھانے کو کچھ نہ ملا تیسرے دن آپ پھر تشریف لے گئے اور فرمایا لوگو! اللہ جل شانہ نے سبب کو بندون کے لیے مباح کیا ہے۔ اور فرماتا ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ (وہ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمھارے سامنے عاجز و ذلیل بنا دیا۔ لہذا اُسکے راستون مین چلو اور اُس کے رزق کو کھاؤ) اس لیے اب مناسب ہے کہ جو شخص تم مین سب سے زیادہ نیک نیت ہو اس عزلت گاہ سے نکل کے جائے اور تلاش معاش کرے۔ شاید کچھ قوت اُس کے ذریعے سے تمھین حاصل ہو جائے" چنانچہ سب نے ایک شخص کو منتخب کیا۔ اُس نے جا کے شرقی و غربی بغداد[عه] مین چکر لگایا۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ تین دن کا بھوکا تھا۔ اور نہایت ہی ناتوان ہو رہا تھا۔ اِسقدر پھرنے سے ضعف اور بڑھا۔ اور چلنے سے معذور ہو گیا۔ آخر مجبوراً ایک نصرانی

[عه] بغداد کے دو حصے تھے ایک جو دریائے دجلہ کے شرق جانب آباد تھا۔ اور دوسرا جو اُسکے مغرب جانب۔ تھا یہ دونون حصے شرقی غربی بغداد کے نام سے مشہور تھے۔

طبیب کے مطب کے پاس جا کے بیٹھ گیا۔ یہاں خلقت کا ہجوم تھا۔ ہر مرض کے مریض جمع تھے۔ اور حکیم صاحب علاج کے ساتھ ساتھ اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے دواؤں کے افعال و خواص بیان کرتے جاتے تھے۔ جب بھیڑ چھٹی اور مجمع کم ہوا تو حکیم صاحب کی نظر اس شکستہ حال فقیر پر پڑی۔ شفقت کی نظر سے دیکھ کے پوچھا "تمھیں کیا شکایت ہے؟" یہاں مانگنے کی عادت تو تھی نہیں۔ اور پھر مانگنا بھی ایک غیر مذہب شخص سے۔ زبان نے عرض حال کی یاری نہ دی مگر ایک اختیاری کی حرکت سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ طبیب نے نبض دیکھی۔ اور دل میں سمجھ گیا۔ کہا "تمھارا مرض معلوم ہوا۔ اور اس کی دوا کیے جاتا ہوں۔ مگر ذرا صبر کرو۔" پھر اپنے غلام کو بلا کے حکم دیا "بازار سے جا کے ایک رطل روٹی۔ ایک رطل بھنا ہوا گوشت۔ اور ایک رطل حلوا لے آؤ۔" جب غلام ان چیزوں کو لایا تو حکیم صاحب نے انھیں درویش کے حوالے کر کے کہا "تمھاری دوا یہی ہے۔" فقیر نے کہا "آپ نے مرض کی خوب تشخیص کی اگر تجربہ کرنا اور مرض دور کرنا چاہتے ہیں تو اس مرض میں چالیس آدمی مبتلا ہیں۔" یہ سنتے ہی طبیب نے فوراً غلام کو بھیج کے مذکورۂ غذاؤں میں سے ہر ایک چیز چالیس چالیس رطل کی مقدار میں منگوائی۔ پھر ان سب چیزوں کو خوان میں لگا کے ایک مزدور کے سر پر رکھوایا۔ اور حکم دیا کہ "یہ شخص جہاں لے جائے۔ ان چیزوں کو ساتھ جا کے پہونچا آ۔" غرض حضرت شبلی کا یہ مرید خاص خداوند جل و علا کی عطا کی ہوئی ان نعمتوں کو لیے ہوئے اس عزلت گاہ میں پہونچا جہاں آپ اپنے انتالیس مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مصروف ذکر الٰہی تھے۔ آپ اس کے آنے کی خبر سنتے ہی اپنی خلوت گاہ سے باہر نکل آئے۔ کھانے کو

دیکھا اور فرمایا "اس کھانے کا عجیب بھید ہے" پھر اس مرید سے ساری گزشت سنی۔ اور جب وہ بیان کر کے خاموش ہوا تو فرمایا "کیا تم لوگ راضی ہو کہ ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ؟ اور کچھ معاوضہ نہ کرو؟" سب نے عرض کی کہ "یا حضرت اس کا معاوضہ کیا ہے؟" ارشاد ہوا "اس کے حق مین دعائے خیر کرو" اب سب نے ہاتھ اٹھا کے اس کے لیے ہدایت اور خیر و برکت کی دعا کرنا شروع کی۔ اتفاقاً وہ نصرانی طبیب بھی ان مریضان توکل کی حالت دیکھنے کے لیے اس مرید کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ اور یہاں باہر کھڑے ہوئے ایک روشن دان مین سے جھانک کے ان سب کیفیتون کو دیکھ رہا تھا۔ جب ان لوگون کی عملی حالت دیکھی تو نہایت متاثر ہوا۔ اور جب سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ضبط نہ ہو سکا آ کے دروازے پر دستک دی۔ اور جیسے ہی دروازہ کھلا بے تابانہ دوڑ کے سامنے آیا۔ کلمۂ شہادت پڑھ کے حضرت شیخ شبلی کے ہاتھ پر بیعت کی اور دین اسلام مین شامل ہو گیا۔ اس وقت دعا کے فوراً مقبول ہونے کی ایسی حیرت انگیز تصویر نظر آئی کہ سب کو اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ کا عین الیقین ہو گیا۔ یہ طبیب اس کے بعد نہایت ہی سچا اور خالص العقیدہ مسلمان ثابت ہوا اور حضرت شبلی کے مریدون مین داخل رہا۔[عہ]

ایک شخص آپ کی صحبت مین اکثر شریک ہوتا اور آپ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ اس نے ایک دن عرض کیا کہ چاہتا ہون آپ کے ہاتھ پر توبہ کرون۔ فرمایا اپنا مال بیچ ڈال۔ اپنے قرض کا تصفیہ کر۔ اپنی بی بی کو طلاق دے۔

[عہ] روض الریاحین۔ یافعی ۱۱۴۔

اپنے بچون کو یتیم بنا دے۔ اور اُن کو اپنے تعلقات سے یہان تک مایوس کردو کہ تجھے مُردون مین شمار کرین۔ اُس شخص نے اِن سب باتون پر عمل کیا۔ اور کچھ تھوڑا سا قوت لایموت لے کے سامنے حاضر ہوا۔ فرمایا "یہ جو لائے ہو اِسے فقرا کے آگے ڈال دو۔ اور اُن کے ساتھ بیٹھ کے کھاؤ"[عہ]

اِن باتون پر اکثر اہل ظاہر کو اعتراض ہو لیکن حق یہ ہے کہ اِس قسم کے اعتراضات عموماً غلط فہمیون پر مبنی ہوا کرتے ہین بعض علما نے اِن باتون پر حضرت ابوبکر شبلی یا دیگر اربابِ باطن کو الزامات دیے ہین اُن کی بنیاد صرف اِس امر پر ہے کہ جن چیزون کو حضرت شارع علیہ السلام نے جائز اور حلال کیا ہے انھی یہ بزرگ مریدون کو روکتے اور منع کرتے ہین۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ نے جو جائز نعمتین عطا فرمائی ہین اُن کو شکرگزار ہو کے قبول کرنا درکنار یہ اُنھین اپنی رائے سے بغیر کسی حجت شرعی کے ممنوع قرار دیتے ہین۔ چنانچہ انھین وجوہ سے کبھی تو وہ کہتے ہین کہ یہ بزرگ شرک فی الرسالت مین مبتلا تھے یعنی جو حق صرف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا خود بھی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ اور کبھی اس اصول کے مطابق کہ خدا و رسول کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال کرنا کفر ہے ان پاک سیرت خدا پرستون کی نسبت کفر کا فتوے دیتے ہین۔ لیکن غور سے دیکھا اور ذرا عقل سے کام لیا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ معترضین خود ہی ناسمجھی اور غلطی مین مبتلا ہین۔

اِن بزرگون نے کبھی کسی حلال چیز کی نسبت نہین کہا کہ وہ ناجائز یا حرام ہے

[عہ] تلبیس ابلیس۔ ذکر نبذۃ من کلامہم فی القرآن ۱۲

اور نہ کسی حرام چیز کو کبھی حلال بتایا۔ اُنھون نے صرف اپنے مدرسہ کے طلبہ اور اپنے فن کے سیکھنے والون کو یہ سبق دیا کہ گو خدا کی ہزارون نعمتین حلال طیب ہین۔ مگر روحانی ترقی اور صفائے باطن کے لیے اِن اِن چیزون سے احتیاط کرنے کی ضرورت ہی۔ کیونکہ جب تک غذا مین اتنی تقلیل نہ کی جائے اور نفس کو موٹا کرنے والی چیزون سے ہاتھ نہ روکا جائے کوئی شخص نہ روحانی قوت حاصل کر سکتا ہی اور نہ نفس کو قابو مین لا سکتا ہی۔ لہذا ان کے دربار فیض کا جواز و عدم جواز شرعی حلت و حرمت سے کوئی واسطہ نہین رکھتا۔ بلکہ وہ خاص قسم کا پرہیز ہی جس کو شریعت یا ثواب آخرت سے تعلق نہین۔

اگر ایسے پرہیز کرانے ہی سے انسان کافر ہو سکتا ہے تو سب سے بڑے کافر (معاذ اللہ) ہمارے اطبا اور ڈاکٹر ہون گے جو روز بلا ناغہ مریضون کے لیے ہزارہا چیزین حرام اور ہزارہا جائز کیا کرتے ہین۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ طبیبون اور ڈاکٹرون کو ان علمائے ظاہر نے کبھی الزام دیا اور نہ اُن کی نسبت اِس بنیاد پر کبھی کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا گیا۔ اصل حقیقت یہ ہی کہ صوفیۂ کرام جو احتیاطین اور جس قسم کے پرہیز بتایا کرتے ہین وہ شرعی حیثیت سے نہین بلکہ روحانی طبیب ہونے کی حیثیت سے ہین۔ ہم سمجھتے ہین کہ ہمارے اس بیان سے بہتون کی غلط فہمیان دور ہو گئی ہون گی۔ اور موجودہ اہل حدیث جو ان بزرگان باطن پر بے تکان اعتراض کر دیا کرتے ہین اِس سے باز آجائین گے۔

اب ہم حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی اُن تعلیمون کو بتاتے ہین جن کا سلسلہ پند و نصائح کی حیثیت سے ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ اور جن سے دنیا نیز آخرت دو

تک فائدہ اُٹھاتے رہے گی۔ کیونکہ ان تعلیموں میں بڑے بڑے دقیق مسائل اعلیٰ درجہ کی حکمتیں۔ اور دینی و اخلاقی نصیحتیں مستتر ہیں۔ اور انسان جس قدر زیادہ غور کرے گا اسی قدر زیادہ ان سے لطف اور فائدہ اُٹھائے گا۔

لوگوں نے ایک دن پوچھا حضرت توحید کیا ہے؟" اس کا جواب آپ نے عجیب و غریب جوش و جلال کے الفاظ میں یہ دیا کہ "جو اُس سے تعبیر کرے (یعنی توحید کو الفاظ میں بیان کرے) ملحد ہے۔ جو اُس کی طرف اشارہ کرے وہ ثنوی (یعنی دو خداؤں کا ماننے والا) ہے۔ جو اُس کی طرف رجوع کرے وثنی (یعنی بُت پرست) ہے۔ جو اُس سے گفتگو کرے غافل ہے۔ جو اُس سے ساکت رہے جاہل ہے۔ جس کے دل میں یہ وہم ہو کہ پہونچ گیا۔ اُسے سمجھو کہ کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ جو اُس سے قریب ہونے کا دعوے کرے وہ دور ہے۔ جو گمان کرے کہ اُسے پالیا وہ اصل میں کھونے والا ہے۔ جو کچھ تم نے اپنے اوہام سے ممیز کیا۔ اور جو کچھ اپنے پورے معانی سے تم نے پایا وہ حقیقت سے ہٹا ہوا ہے اور تمہاری ہی طرف واپس آتا ہے۔ اور وہ سب تمہارا ہی ایسا حادث و مصنوع ہے۔

فرماتے تھے "جو شخص علم توحید سے ذرہ برابر بھی مطلع ہو گیا وہ اس کے بوجھ کے سبب سے جسے اُٹھائے ہوئے ہے باقی تمام چیزوں کے برداشت کرنے سے عاجز و ناتوان ہے۔ اور جسے خیال گزرا کہ اُسے توحید حاصل ہو گئی اُس نے یہ سمجھو کہ توحید کی بو بھی نہیں سونگھی۔ چنانچہ خود اپنی نسبت بھی باوجود اس اعلیٰ مرتبۂ عرفان کے فرماتے تھے کہ "جب میں یہ گمان کروں کہ میں نے اُسے کھو دیا

عہ عوارف۔ ۱۳۔ عہ رسالہ قشیریہ۔ ۱۴۶۔ ۱۰۸۔

تو مجھ کو اس وقت میں نے پا لیا۔ اور جب میں یہ خیال کروں کہ میں نے پا لیا تو جان لو کہ درحقیقت میں نے کھو دیا۔" کبھی فرماتے کہ "جس نے اللہ جل شانہ کو اسی سے طلب کیا اس کی توحید صحیح ہوا اور جس نے اپنے نفس سے طلب کیا اس کی توحید ٹھیک نہیں۔[1]" ایک شخص سے آپ نے پوچھا "جانتے بھی ہو کہ تمہاری توحید کیوں درست نہیں؟" اس نے عرض کیا "نہیں" فرمایا "اس لیے کہ تم اسے اپنی ذات سے طلب کرتے ہو۔[2]" نیز فرمایا "توحید تجھ سے اس لیے نہیں بن پڑتی کہ تو اسے اپنی طرف طلب کر رہا ہے۔ اور جس کے پاس توحید صورت نہیں پیدا کرتی وہ کبھی توحید کی بو نہ سونگھے گا۔[3]" ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "توحید موحد کی صفت ہے حقیقۃً اور اسکا زیور ہے رسماً۔[4]" پھر ایک مرتبہ جوش میں آکے فرمایا: "توحید موحد کا ایک حجاب ہے جمال احدیت سے۔[5]"

تصوف کی نسبت بھی آپ کی دقیقہ سنجیاں اور وہ جواہر معرفت جنہیں آپ بحر عرفان میں غوطہ لگا کے نکال لائے ہیں بہت ہی پُر لطف اور سمجھ رکھنے کے قابل ہیں۔ فرمایا "تصوف ایک جلا دینے والی بجلی ہے۔" کسی اور موقع پہ فرمایا "تصوف اللہ کی صحبت میں بے غم ہو کے بیٹھنے کا نام ہے۔[6]" ایک مرتبہ ارشاد ہوا "تصوف یہ ہے کہ انسان ایسا رہے جیسا کہ وجود (عالم ہستی) میں آنے سے پہلے تھا۔[7]" کسی صحبت میں یہ ارشاد ہوا کہ "تصوف نگاہ رکھنا قوتوں یعنی حواس کا اور نگاہ رکھنا انفاس کا ہے۔" کبھی جوش میں آکے یہ کہہ دیا "تصوف شرک ہے۔ کیونکہ تصوف

---

[1] عوارف - ١٢٢ - [2] طبقات الکبریٰ - ١٢٣ - [3] طبقات الکبریٰ - ١٢٣ - [4] تذکرۃ الاولیا - ١٠٧ - [5] رسالہ قشیریہ - ١٧٧ - [6] تذکرۃ الاولیا - ١٠٧ - [7] رسالہ قشیریہ - ١٢٣ -

دل کی نگہبانی ہی غیر سے اور "غیر" مین "یعنی خودی کا خیال ہے"۔ ایک مرتبہ فرمایا "تصوف یہ ہے کہ انسان آپ تو ہستی کے دیکھنے سے باز رکھے"[عه]

صوفی کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ "[عمه]وہ خلقت سے منقطع اور اللہ سے متصل ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ واصطفیتک لنفسی (تجھے مین نے اپنے نفس کے لیے اختیار کیا) [لعه] [illegible] ہر غیر (ماسوی اللہ) سے قطع کر دیا۔ اور پھر ارشاد ہوا کہ "لن ترانی" (نہ دیکھے گا تو مجھے) ایک اور موقع پر آپ نے صوفیون کی یہ صفت و حالت بیان کی کہ "صوفی بچہ ہین حق کے گود مین"[سه] کسی نے پوچھا "صوفیہ کا نام صوفی کیون رکھا گیا؟" فرمایا "اس لیے کہ اُن مین کچھ خودی باقی رہ گئی ہے یہ بات نہ ہوتی تو اُن کا کچھ نام ہی نہ رکھا جاتا"[سه] ایک موقع پر یہ فرمایا کہ "صوفی اس وقت صوفی ہوتا ہے جب ساری خلقت کو اپنے عیال خیال کرے"[لا] یعنی سب کا کفیل و بار بردار سمجھے[للعه]۔ نیز فرمایا کرتے "صوفی خلقت کے دیکھنے سے معصوم (محفوظ) ہو جاتا ہے"[صه]

لوگون نے پوچھا کہ فقیری کی کیا حقیقت ہے۔ فرمایا "یہ کہ سوا خدا کے اور کسی چیز کے ذریعے سے غنٰی نہ حاصل کرے"[سه] چنانچہ اسی امر کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ایک مرتبہ یون فرمایا "فقر کی ادنٰی علامت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کسی کے قبضہ مین ہو۔ پھر اُسے وہ ایک ہی دن مین خیرات بھی کر دے لیکن اسی کے ساتھ اگر اُس کے دل مین یہ خیال گزر گیا کہ اپنے لیے "مین نے

[عه] تذکرۃ الاولیا۔ ۷۰۰ و ۷۰۱۔ [عمه] رسالہ قشیریہ۔ ۱۶۶۔ [سه] طبقات الکبری ۱۲۴۔

[للعه] تذکرۃ الاولیا۔ ۷۰۱۔ [صه] رسالہ قشیریہ۔ ۱۶۶۔ [سه] عوارف۔ ۲۹۸۔

ایک دن کا قوت لایموت رکھ لیا ہوتا تو اس کا فقر صحیح نہیں" یونہین ایک اور موقع پر کسی نے اسی فقیری کے مسئلہ کو پوچھا فرمایا "فقر یہ ہے کہ سوا ذات باری تعالیٰ کے کسی دولت کی آرزو نہ ہو"[عہ]

محمد بن عبد الوہاب کا بیان ہے کہ ایک دن کسی نے آپ سے معرفت کی نسبت سوال کیا فرمایا "اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ ہے اور انتہا کی کوئی حد و نہایت نہیں" نیز ارشاد فرماتے ہین "عارف اس کے سوا کسی کو نہین دیکھتا۔ اور نہ اس کے سوا کسی کے کلام کو زبان پر لاتا ہے۔ اور نہ سوا اللہ جل شانہ کے کسی کو اپنی ذات کا محافظ خیال کرتا ہے"[سہ] ایک دفعہ فرمایا "عارف کا وقت بھی گویا موسم بہار ہے۔ بادل گرجتا ہے۔ ابر برستا ہے۔ کوندا چمکتا ہے۔ ہوا چلتی ہے۔ پھول کھلتے ہین۔ بلبل چہچہاتے ہین۔ بعینہ اسی طرح عارف کی آنکھ روتی ہے۔ لب ہنستے ہین۔ دل جلتا ہے۔ سر ہلتا ہے۔ ہمیشہ دوست کا نام لیتا ہے۔ اور اس کے دروازے پر چکر لگاتا ہے" ایک مرتبہ ارشاد ہوا "عارف وہ ہے کہ کبھی تو ایک مچھر کی تاب نہ لاسکے اور کبھی ساتون آسمانون [illegible] زمینون کو ایک پلک کی نوک پر اٹھالے" معرفت کے متعلق اپنے جذب وجوش کو زیادہ محسوس منظر مین لاکے فرماتے ہین "عارف وہ ہے کہ دنیا کی ازار بنائے۔ اور آخرت کی چادر۔ پھر دونون کو اتار کے اللہ جل شانہ کے ساتھ منفرد ہو جائے" اس کے بعد معرفت کی نوعیتون کی تصریح فرماتے ہین کہ "معرفت کی تین قسمین ہین۔ (۱) معرفت حق تعالیٰ کی۔ یہ محتاج ذکر الٰہی کی ہے

عہ رسالہ قشیریہ۔ ۱۶۱ و ۱۶۲۔ عــہ طبقات الکبریٰ۔ ۱۲۳۔ ســہ رسالہ قشیریہ۔ ۱۶۲۔

(۲) معرفت نفس کی۔ یہ محتاج ہے فرائض دینی ادا کرنے کی۔ (۳) معرفت باطن کی۔ اور یہ محتاج ہے اِس بات کی کہ انسان اُس کے احکام اور قضا و قدر پہ راضی یعنی راضی برضا ہو جائے[عہ]

محبت چونکہ تصوف اور کمال باطن کی سیڑھی اور رمز شناسی کی جان ہے اس لیے فرماتے ہیں "محبت یہ ہے کہ محبوب جو چاہے اُس کو اختیار کر گو لذات تجھے اُس سے نفرت ہو۔ اور جس چیز سے محبوب کو نفرت ہو اُسے چھوڑ دے اگرچہ تجھے اُس سے اُنس و اُلفت ہو"[عسہ] منصور بن عبد اللہ نے حضرت ابو بکر شبلی کو یہ فرماتے سُنا "محبت یہ ہے کہ تجھ میں اِس بات کا جوش رقابت پیدا ہو کہ تجھ سا کوئی اور شخص بھی اُس سے محبت کرتا ہے"۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا "محبت کا نام محبت اِس لیے رکھا گیا کہ سوا محبوب کے سب چیزوں کو دل سے مٹا دیتی ہے"۔ ایک دفعہ فرمایا "مجنون عامری سے لوگوں نے پوچھا "تمھیں لیلیٰ سے محبت ہے؟" کہا "نہیں" پوچھا "کیوں؟" کہا "محبت ذریعۂ وصل ہے۔ اور یہاں ذریعہ ہی درمیان سے ساقط ہو گیا۔ کیونکہ میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہے"[سعہ] یہ ہے وہ محبت جسے آپ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور جو آپ کے الفاظ و افعال سے بار بار چمک اُٹھا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے محبت کی نسبت سوال کیا تو فرمایا كَأْسٌ لَهَا وَهَجٌ إِذَا اسْتَقَرَّ فِي الْحَوَاسِ وَسَكَنَ فِي النُّفُوسِ تَلَاشَتْ[صہ] (ایک جام ہے جس میں ایک ایسی گرمی ہے جس نے اگر حواس میں قرار پکڑ لیا اور نفس میں

عہ تذکرۃ الاولیا۔ ۱۰۔ عسہ عوارف۔ ۳۳۴۔ مسہ رسالہ قشیریہ۔ ۱۸۹۔
سعہ طبقات الکبری۔ ۱۲۲۔ صہ عوارف۔ ۳۲۱۔

پھر یہی تو ساری ہستی کو لُٹا کے اپنے رنگ مین رنگ دیتی ہے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا "محبت یہ ہے کہ جس چیز کو تو دوست رکھتا ہو اُسے محبوب کے لیے خرچ کرے" اور محبت کے اثر کو ان الفاظ مین بتایا کہ "ہیبت دلون کی گلانے والی ہے محبت کی آگ جانون کی پگھلانے والی ہے۔ اور شوق نفسون کا گلانے والا ہے"

زہد و ورع (پرہیزگاری) کی نسبت فرماتے تھے "ورع یہ ہے کہ تو ما سوای اللہ سے تو پرہیز کرے۔ علیٰ ہذا القیاس زہد کی نسبت لوگون نے سوال کیا تو فرمایا "زہد یہ ہے کہ کل ما سوای اللہ سے تو زاہد (کنارہ کش) ہو جائے۔ دوسرے موقع پر فرمایا "زہد یہ ہے کہ تو دنیا کو بھول جائے اور آخرت کو یاد مین نہ لائے" ایک دفعہ ارشاد ہوا "زہد یہ ہے کہ دل کو اشیا سے خالقِ اشیا کی طرف پھیرے" پھر ایک دفعہ جوش وحدت سے از خود رفتہ ہو کے فرما دیا "زہد غفلت ہے کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور ناچیز مین زہد کرنا غافل ہونا ہے" اور سب سے زیادہ آپ کا پُر لطف و پُر مغز فقرہ ورع کی نسبت یہ ہے۔ "اَلْوَرَعُ اَنْ تَتَوَرَّعَ اَنْ تَتَشَتَّتَ قَلْبُكَ عَنِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَیْنٍ" "پرہیزگاری اس بات سے بچنے کا نام ہے کہ ایک چشم زدن کے لیے بھی تیرا دل اللہ جلّ شانہ کی طرف سے نہ ہٹے" اور آخر اُس حضرت رب العزت کی [illegible] کا لحاظ فرما کے اور دریائے عرفان مین غرق ہو کے فرما دیا اور سچ تو یہ ہے کہ زہد کوئی چیز ہی نہین ہے۔ کیونکہ دو صورتون سے خالی نہین ہے۔ یا تو انسان اُس چیز سے کنارہ کش ہو گا جو اُس کے پاس نہین ہے تو یہ کنارہ کشی ہی نہین ہے۔ اور یا اُس چیز سے کنارہ کش ہو گا جو اُس کے

ے تذکرۃ الاولیا - ۱۰۲ ے رسالہ قشیریہ - ۲۰۴ ے تذکرۃ الاولیا - ۱۰۳

پاس ہے۔ تو اُس سے کنارہ کشی کیونکہ ممکن ہے؟ اس لیے کہ وہ تو اُس کے ساتھ اور اُس کے پاس موجود ہے۔ غرض یہ کہ زہد و ورع نفس کی لاف زنی کے سوا کچھ نہین[عہ]۔" یہی خیال دوسرے الفاظ مین یون ادا کیا گیا ہے "جو مقدر مین ہے ضرور پہونچے گا۔ اور جو مقدر مین نہین کتنی ہی محنت و مشقت سے کام لو نہ ملے گا۔ پھر زہد کیا ہوا؟[عہ]"

ایک شخص نے آکے کثرت عیال کی شکایت کی۔ نہایت ہی سہولت اور متانت سے فرمایا "ایک کام کرو۔ اپنے گھر مین جا کے دیکھو جس کسی کا رزق خدا کے ذمے نہ ہو اُسے نکال دو[سہ]"۔ باوجود اس حد تک راضی برضا ہونے اور ہر چیز کو اُس احد لم یزل کے قبضۂ قدرت مین سمجھنے کے آپ مین عجب آزادانہ بانکپن تھا۔ کسی نے کہا "کیا آپ نہین جانتے کہ وہ رحمٰن ہے؟" فرمایا "ہان جانتا ہون۔ لیکن جب سے اُس کی رحمت کو جانا ہے اُس سے رحم کی درخواست نہین کی"۔ سائل نے متحیر ہو کے عرض کیا "کیون؟" فرمایا "اس لئے کہ حریت (آزادی) کا مقام زیادہ معزز ہے[للعہ]"۔

احمد بن محمد بن زید نے ایک دن حضرت شیخ ابوبکر شبلی کی زبان فیض ترجمان سے مندرجۂ ذیل کلمات ہدایت و معرفت سُنتے تھے۔ جو اس قابل ہین کہ آب زر سے لکھے جائین۔ "عارف کو کسی سے علاقہ نہین۔ محب کو کوئی شکایت نہین۔ خوف زدہ کو کبھی قرار نہین۔ اور اللہ عزوجل سے کسی کو مفر نہین[للعہ]"

عـــہ عوارف - ۲۹۵ - عـــہ تذکرۃ الاولیا - ۳۰۷ - ســـہ عوارف - ۳۱۶ -

للعـــہ رسالۂ قشیریہ - ۱۳۰ - ۱۸۴ -

کسی نے پوچھا "دنیا کیا ہے؟" فرمایا "ایک دیگچی ہے جو جوش کھا رہی ہے اور ایک تھیلا ہے جو بکھر رہا ہے"۔ اپنے اہل زمانہ سے کہا کرتے "تم لوگ قبرین ہو"۔ کسی نے عرض کیا "کیون؟" فرمایا "اس لیے کہ تم مین سے ہر ایک کے درون مین دشمن ہے"۔ تو اس پر کسی اور نے کہا "تو ہمارا شمار مُردون مین ہے؟" فرمایا "بے شک عارف سو رہے ہین۔ اور جاہل مُردے ہین"۔[عہ]

ایک شخص نے آپ کے سامنے اپنا یہ شبہ پیش کیا کہ "دنیا تو افعال و اشغال کے لیے ہے اور آخرت احوال کے لیے۔ پھر راحت کب ہوگی؟" فرمایا "دُنیا کے اشغال سے دست بردار ہو جاؤ تاکہ آخرت کے احوال سے بھی نجات مل جائے"۔

ایک مرتبہ فرمایا "عبودیت اُٹھ جانا تیری مراد اور ارادے کا ہے اُس جل شانہٗ کے ارادے کے مقابلے مین۔ اور تیرے اختیار کا ٹوٹ جانا ہے اُس کے اختیار کے مقابلے مین۔ اور تیری آرزوؤن کا ترک ہے اُسی قضا کے مقابلے مین"۔[سہ]

فرماتے ہین غیرتین دو قسم کی ہین۔ (۱) غیرت بشریت نفسون پر (۲) اور غیرت الٰہی دلون پر"۔ اس کی بعد تصریح فرماتے ہین کہ نفسوں پر غیرت الٰہی یہ ہے کہ کل ماسوی کو تو ضائع کر دے[ثہ] علی ہذا القیاس ارشاد فرمایا ہے کہ دعوتین تین ہین۔ (۱) دعوت علم (۲) دعوت معرفت۔ (۳) دعوت معائنہ علم الیقین۔ اور عین الیقین اور حق الیقین کے الفاظ ہر اہل و نا اہل کی زبان سے سُنے جاتے ہین۔ اب ملاحظہ ہو کہ حضرت ابوبکر شبلی نے اِن کی کیا تعریف و تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین علم الیقین وہ علم ہے جو ہمین انبیا علیہم السلام کی مبارک زبانون سے پہونچا ہے اور عین الیقین وہ علم ہے

[عہ] طبقات الکبری-۱۲۲ [سہ] تذکرۃ الاولیا-۲۰۰ و ۲۰۴/۲ [ثہ] رسالہ قشیریہ-۱۵۱-

جو اسرارِ ہدایت میں خوض و غور کرنے سے بغیر کسی ذریعے اور واسطے کے دل کو حاصل ہو۔ اور حق الیقین وہ ہے جس کے مضامین تک اِس عالم میں رسائی نہیں ہو سکتی[۵۴]

کسی نے پوچھا "یا حضرت آفتاب غروب کے وقت زرد کیوں ہو جاتا ہے؟" فرمایا "اسلیے کہ وہ اپنی تکمیل کے مقام سے علیحدہ ہوتے وقت آنے والے مقام کے خوف سے زرد ہو جاتا ہے۔ یہی حال مومن کا ہے۔ دنیا سے نکلتے وقت اُس کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے کیونکہ آئندہ کی منزل سے ڈرتا ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ یہ بھی دیکھو کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو چمکتا ہوا نکلتا ہے۔ اسی طرح مومن جب قبر سے نکلتا ہے اُس کا چہرہ چمکتا ہوا ہوتا ہے"[۵۵]

شریعت و طریقت و حقیقت کا فرق بتاتے ہیں کہ شریعت یہ ہے کہ تو اُس خدائے عزوجل کی عبادت کرے۔ طریقت یہ ہے کہ تو اُس کو طلب کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تو اُس کو دیکھے[۵۶]

دل کو خدا کے خیال کا مرکز و مستقر ہونے کے باعث آپ نے بھی کعبہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "بیت اللہ الحرام (کعبۂ شریف) میں حضرت خلیل علیہ السلام کے آثار ہیں اور دل میں حضرت رب العزت کے آثار۔ علیٰ ہذا القیاس جس طرح خانۂ کعبہ میں ستون ہیں۔ اسی طرح دل میں بھی ستون ہیں مگر بیت اللہ کے ستون پتھر کے ہیں۔ اور دل کے ستون اُس جوہر سے بنائے گئے ہیں جو انوارِ معرفت کے معادن سے نکلتا ہے"[۵۷]

---

[۵۴] تذکرہ اولیاء [illegible] [۵۵] طبقات الکبریٰ ۱۲۰ ۔ [۵۶] تذکرۃ الاولیاء ۲۰ ۔ [۵۷] طبقات الکبری ۔ ۱۲۳

فرماتے ہیں خلقت جو اشارہ حق کی طرف کرتی ہے وہ اشارہ مردود ہے۔ مگر جو اشارہ حق سے حق کی طرف ہو اور خلقت کو اُس میں دخل نہ ہو وہ اشارہ البتہ مقبول ہے۔

مریدوں کو ہدایت فرماتے کہ دنیا میں استقامت قیامت پر محمول کرنے کا نام ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا اُسی وقت کے انتظار میں ثابت قدم رہنا استقامت ہے۔

کتنے بڑے نازک مسئلہ الٰہیات کو آسانی کے ساتھ چند الفاظ میں حل کر دیا ہے کہ شے کا بندے کی آنکھ میں ظاہر ہونا عبودیت ہے۔ اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کے احسانات کا اُس پر ظاہر ہونا مشاہدہ ہے۔ لیکن اس سے زیادہ پُر مذاق یہ لطیفہ ہے کہ ایک دن کسی نے آپ سے مشاہدہ حق کی کیفیت پوچھی فرمایا "ہمارے لیے خدا کا مشاہدہ کہاں؟ خدا ہمارا مشاہدہ کر رہا ہے"۔

ایک ہی امر میں آپ سے اس قسم کے مختلف و متباین الفاظ سن کے لوگوں نے عرض کیا "حضرت یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ کبھی کچھ فرماتے ہیں اور کبھی کچھ؟" جواب میں ارشاد ہوا "ہم کبھی باخود ہوتے ہیں اور کبھی بیخود"۔

مشائخ صوفیہ پر جو عالم وجد طاری ہوا کرتا ہے اُس کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ "اَلْوَجْدُ اِظْهَارُ الْمَوْجُوْدِ" یعنی وجد اُس موجود مطلق کے ظاہر کرنے سے عبارت ہے" پھر خود ہی ان لوگوں کا خیال کر کے جو نااہل ہونے کے ساتھ وجد کا

عـ۵ تذکرۃ الاولیا ۔ ۷۰۴ ، عـ۵ رسالہ قشیریہ ۔ ۲۵ ۔ مـ۵ تذکرۃ الاولیا ۔ ۷۰۴ ۔

لاعـ۵ رسالہ قشیریہ ۔ ۵۰ ۔ صـ۵ تذکرۃ الاولیا ۔ ۷۰۲ ۔

اظہار کیا کرتے ہیں ارشاد فرمایا "جب تک شہود کا مرتبہ نہ حاصل ہو وجد میرے نزدیک انکار (باری) ہے۔ اور جب خداوند جل و علا کا شہود حاصل ہے وہ میرے خیال میں (اس) ہستی کے شہود کو فنا کر دیتا ہے"[1]

اللہ جل شانہ کا ذکر آتا تو فرماتے "جَلَّ الْوَاحِدُ الْمَعْرُوْفُ قَبْلَ الْحُدُوْدِ وَقَبْلَ الْحُرُوْفِ" یعنی حرفوں اور تعریفوں سے پہلے ہی وہ مشہور یگانہ (مطلق) بزرگ و برتر ہوا"[2] علیٰ ہذا القیاس یہ بھی کبھی فرماتے "الٰہی حق سبحانہ کی ذات کی نہ کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔ اور اس کے کلمات کے لیے حرف نہیں ہیں"[3] مریدین سے اکثر فرماتے "اللہ جل شانہ فرماتا ہے[4] کہ جو مجھے یاد کرے میں اس کا جلیس (ہم صحبت) ہوں" اس کے اور پوچھتے "ایسی صورت میں بتاؤ کہ خدا کے پاس بیٹھ کے اس کی صحبت سے تم لوگوں نے کیا فائدہ اٹھایا؟"

ابوالحسن تنی کا بیان ہے کہ[5] ایک دن میں جامع بغداد میں شیخ ابوبکر شبلی کی صحبت میں فیض یابان معرفت کے حلقے کے پاس ایک کنارے پر کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص مشائخ کی وضع و لباس میں آیا۔ اور پوچھا کہ "اے شیخ۔ وصل کیا چیز ہے؟" سنتے ہی شبلی نے اس کی طرف رخ کر کے دیکھا اور فرمایا "اے وصل کی حقیقت پوچھنے والے دو چیزوں کے لگاؤں کو چھوڑ دے۔ تو نے یہ کیا اور وصل کے درجے کو پہونچ گیا" اس نے عرض کیا کہ حضرت وہ دونوں لگاؤ کون سے ہیں؟" فرمایا "ایک یہ کہ تمہارے سامنے کا جو اللہ تک پہونچنے سے روکتا ہے" پوچھا "اور دوسرا کون سا ہے؟" فرمایا "دنیا و آخرت۔ چنانچہ خود ہمارا پروردگار فرماتا ہے

عہ عوارف المعارف ۲۷۰ و ۳ ۱۷۰ عہ روض الریاحین ۳۲۸ و ۳۲۹ رسالہ قشیریہ ۴۰ عہ رسالۂ قشیریہ ۱۴۲

کہ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ (تم مین سے کوئی دنیا چاہتا ہے اور کوئی آخرت چاہتا ہے) وہ شخص کہان ہے جو خدا کو چاہتا ہو؟" یہ جواب دینے کے بعد آپ کے دل مین توحید اور عشق الٰہی کا جوش ہوا اور غیب جیالی کے بیچ مین یہ کلمات آپ کی زبان سے نکلے "اِذَا قُلْتَ اللّٰہَ فَھُوَ اللّٰہُ! وَاِذَا سَکَتَّ فَھُوَ اللّٰہُ! یَا اَللّٰہُ! یَا اَللّٰہُ! یَا مَنْ ھُوَ ھُوَ! وَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا ھُوَ اِلَّا ھُوَ سُبْحَانَہٗ! وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (جب تو کہے اللہ تو وہ اللہ ہے! اور جب تو خاموش رہے تب بھی وہ اللہ ہے! اے اللہ! اے اللہ! اور اے وہ کہ وہ وہی ہے! اور خود اُس کے سوا کوئی نہین جانتا کہ وہ کیا ہے! پاک ہے وہ! پاک ہے وہ! وہ اکیلا ہے اور کوئی اُس کا شریک نہین!) یہ کلمات ایسے جوش اور ایسے دل سے نکلے تھے کہ آپ زیادہ کی تاب نہ لا سکے۔ یہین تک پہونچنے پائے تھے کہ بیہوش ہو کے زمین پر گر پڑے۔ اور مریدین آپ کو بہ ہمت اُٹھا کے گھر مین لائے[1]۔

ابو علی مغازلی نے ایک دن خدمت مین عرض کیا کہ "یا حضرت! بعض اوقات مین کتاب اللہ کی کوئی آیت سنتا ہون تو اُس کے اثر سے دل اِس بات پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ تمام چیزون کو ترک کر دون۔ اور دُنیا کی طرف سے مُنہ پھیرون۔ مگر یہ حالت تھوڑے زمانے کے بعد جاتی رہتی ہے اور دل اپنی طرف اور دُنیا کے لوگون کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔" آپ نے سُن کے فرمایا "جو کشش تم مین پیدا ہوتی ہے وہ اُس حضرت رب العزت کی عنایت ہے

---

[1] نفحات الانس۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔

حال پر توجہ اور اُس کا لطف و کرم ہے۔ اور اس کے بعد پھر اپنی حالت پر آجانا اس کی شفقت ہے۔ اس لیے کہ اس کی طرف توجہ کرنے میں تمہارے لیے مناسب نہیں ہے کہ اُسکی طاقت اور قوت سے علیحدگی اختیار کرو[عہ]"

ابوالحسین مرو الرّوزی کو حضرت شبلی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اُنھوں نے ایک دن آپ سے سوال کیا کہ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن سب فیاضوں سے بڑا فیاض کون ہے؟" فرمایا "وہ جس نے کبھی کسی شخص کو ایک گناہ پر ایک دفعہ معاف کر دیا تھا۔ لہٰذا اب اُس گناہ پر کبھی کسی شخص کو عذاب میں نہ مبتلا کرے گا۔ محض اس خیال سے کہ یہ وہ گناہ ہے جو فلاں بندے کے لیے معاف کر دیا گیا تھا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے کہ جس ممنوع میوے کے کھانے پر آپ کا قصور معاف کیا گیا اب اُسے سب کھاتے ہیں۔ اور خدا کسی سے اُسکی بازپُرس نہ کرے گا۔

لوگوں نے ایکدن عرض کیا کہ ابوتراب نخشبی (جو مشہور روزگار اولیاء اللہ میں گزرے ہیں) صحرا میں ایک دن بھوکے ہوئے تو نظر آیا کہ سارا صحرا غذاؤں سے بھرا ہوا ہے۔ سُن کے فرمایا "یہ ایک بندہ تھا جس کے حال پر مہربانی ہوئی۔ لیکن اگر تحقیق کے مقام پر پہونچا ہوا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ بلکہ ویسا ہوتا جیسا کہ حضرت رسالت آب صلعم فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَظَلُّ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ[عہ] (میں اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہوں جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

ایک دن لوگوں نے پوچھا حضرت رسول اللہ صلعم نے جو ارشاد فرمایا ہے

[عہ] رسالہ قشیریہ۔ ۲۰۲ ۔ [عہ] طبقات الکبریٰ ۔ ۱۲۲

کہ خَیْرُ عَمَلِ الْمَرْءِ کَسْبُ یَمِیْنِہٖ (انسان کا سب سے اچھا عمل وہ ہے جسے اپنے دہنے ہاتھ (اپنی قوت بازو) سے حاصل کرے) اس کسب یمین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جب رات ہو پانی سے وضو کرو۔ اور نماز کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب جتنی نماز چاہے پڑھو۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کے درگاہ رب العزت میں دعا کرو۔ بس یہی تمہارا کسب یمین ہے۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے کہ توبہ میں دیر لگانا اور تاخیر کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس لیے کہ جب گنہگار نے یہ کہا کہ سال بھر بعد توبہ کروں گا تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ سال بھر تک گناہ کرتا رہوں گا۔

یہ بھی آپ کی تعلیمات باطنی میں سے ہے کہ اللہ جل شانہ لوگوں کے ظرف و حوصلہ کے مطابق اُن کے سامنے سے واسطوں یعنی پردوں کو ہٹایا کرتا ہے۔ کیونکہ جو حالات انبیا علیہم السلام پر منکشف ہو گئے ہیں اگر اولیاء اللہ پر ذرہ بھر بھی کھل جائیں تو اُن کی ولایت باطل ہو جائے اور بارگاہ ربانی سے وہ کلیتہ منقطع ہو جائیں۔"

کبھی کبھی شیعوں اور خوارج پر اعتراض کرتے۔ اور فرماتے کہ شیعوں اور خارجیوں سے زیادہ تنگ حوصلہ کوئی نہیں۔ کسی نے اگر برا کیا تو اپنے لیے اور بھلا کیا تو اپنے لیے کیا۔ مگر یہ دوسروں کی حمایت یا مخالفت میں اپنا وقت برباد کیا کرتے ہیں۔

وقت کی قدر و قیمت علمائے ظاہر کی زبان سے بارہا سُن چکے ہو۔ اور

سلہ مستطرف فی کل فن مستظرف۔ جلد اول، ۱۲۰۔ سلہ عوارف ۲۰۲ سلہ طبقات الکبریٰ ۲۲۔ سلہ تذکرۃ الاولیاء ۲۰۲

خصوص آج کل مغربی مذاق کے رہبران اخلاق کے ہزار ہا پُر شان و شکوہ الفاظ کانون مین گونج رہے ہون گے۔ اب ذرا سنو کہ ایک اگلا صاحب دِل ولی اللہ اس انمول پونجی کی وقعت کس عنوان سے بتاتا ہے۔ حافظ صوفی شیخ ابو سعید مالینی حضرتِ ابوبکر شبلی کا یہ سچا قول بیان فرمایا کرتے تھے کہ "یہ وقت کی پونجی جو تمھارے پاس ہے اِسے فخر و ناز کے ساتھ رکھو کیونکہ کل یہی سرمایہ تمھارے پاس ہو گا۔ اور اسی کے ذریعے سے اُس کے ساتھ ازلی صحبت رہے گی۔"[1]

ہمارے گران پایہ مؤرخ زمانہ شمس العلما مولنا شبلی نعمانی نے مولنا سے روم کے اکثر اشعار سے موجودہ مسائل سائنس کے ثبوت دیے ہین۔ اس سلسلے مین وہ شاید حضرت ابوبکر شبلی کے اس قول سے یہ فائدہ اٹھا سکین کہ قدما کے نزدیک زمانہ حرکت فلکی سے منتزع ہے۔ اور اگر یہ رفتار فلک نہ ہو تو زمانہ بھی نہ باقی رہے۔ یہ حال کی تحقیق ہے کہ زمانہ تخلیق اور قبل و بعد تخلیق کی حالتون سے یکسان متعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن ان جدید محققون سے بہت پہلے اسلام کا ایک پاک نفس صوفی کہہ رہا ہے کہ "اس عالم کے فنا ہونے کے بعد بھی خدا کے ساتھ ازلی صحبت مین زمانہ موجود ہوگا۔"

آپ قرآن مجید مین بہت زیادہ خوض و فکر کرتے۔ اور علم باطن کے متعلق ایسے نازک لطیفے اور بحر عرفان کے گوہر شاہوار ڈھونڈھ نکالتے جو آپ سے بیشتر شاذ و نادر ہی کسی کے ہاتھ لگے تھے۔ چنانچہ اکثر آیات قرآنی

---

[1] نفحات الانس ۱۷۲۔

کی آپ نے ایسی اچھی تفسیر کی ہے اور اُن سے ایسے مسائل اپنی الہامی قوت سے حاصل کیے ہین جو سچ یہ ہے کہ آپ ہی کا حصہ ہین۔

آپ کے زمانے مین شیخ ابوبکر احمد بن موسیٰ مقری قرآن کی ساتون قراتون کے عالم بے ہمتا تھے۔ اور علوم قرآن مین اُن کی سند مانی جاتی تھی۔ اُنھون نے جب حضرت ابوبکر شبلی کو یہ دعویٰ کرتے دیکھا کہ علم و فضل سے حربہ فساد بھی ہو جایا کرتا ہے تو اعتراضاً آپ کی خدمت مین آ کے کہا علم سے اور فساد پیدا ہونے سے بھلا کیا علاقہ؟۔ اور یہ بھی دیکھو کہ اُس سے نفع کس قدر حاصل ہوتا ہے اُسنتے ہی حضرت شبلی بولے "تو اللہ جل شانہ کے قول فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ؏ کا کیا مطلب؟" اِس کے بعد جناب شیخ شبلی نے سوال کرنے کے لہجے مین اُن سے فرمایا "مگر اے قرآن کا درس دینے والے بتا کہ قرآن مین یہ مضمون کہان ہے کہ محبوب اپنے چاہنے والے پر عذاب نہین کرتا۔" شیخ احمد مقری جب خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دے سکے تو حضرت شبلی نے فرمایا کہ "سنو اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰے نَحْنُ

؏ یہ آیت سورۂ ص کی ہے۔ معنی یہ کہ "وہ سلیمان اپنڈلیون اور گردنون پر گھوڑون کی ہاتھ مارنے لگا۔" اس کا پورا قصہ یہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سُنا کہ سمندر کے کنارے دریائی گھوڑے نکلتے ہین۔ یہ سُنکے آپ نے اچھی نسل کی گھوڑیان وہان بندھوا دین۔ گھوڑیان اُن سے حاملہ ہوئین۔ اور نہایت ہی اچھے بچے جنے۔ یہ بچے جب تیار کر کے ملاحظہ مین لائے گئے تو آپ اُن مین اس قدر مشغول ہوئے کہ سورج ڈوب گیا اور عبادت کا وقت گزر گیا۔ اس پر آپ کو غصہ آیا اور اُن عمدہ نسل کے گھوڑون کو منگا کے کاٹ ڈالا۔ یہی آخری واقعہ اس آیت مین مذکور ہے۔

اَبْنَاءُ اللہِ وَاَحِبَّاؤُہٗ کہا یہود اور نصاریٰ نے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور دوست ہین۔ عہ غالباً شیخ کا مقصود یہ ہے کہ باوجودیکہ یہود و نصاریٰ شرک و کفر مین مبتلا اور سرکش ہین مگر چونکہ خدا کے دوست اور عزیز ہونے کے دعویدار ہین اسلیے وہ اُن پر عذاب نہین کرتا۔

اس کے علاوہ آپ نے قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیتون کی تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ۔ (کہدے (اے محمد صلعم) مومنین سے کہ اپنی آنکھین نیچی رکھین) کی تفسیر مین فرماتے ہین سر کی آنکھون کو محارم سے اور دلون کی آنکھون کو ماسوای اللہ سے۔ عہ آیۂ کریمہ اِلَّا مَنْ اَتَی اللہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (مگر وہ شخص جو خدا کے پاس قلب سلیم لے کے حاضر ہو) کی تفسیر مین فرمایا "یہ قلب سلیم ابراہیم علیہ السلام کا قلب تھا۔ اس لیے کہ وہ بندے کی خیانتون اور حضرت رب العزت کی ناراضیون سے اپنے امکان بھر محفوظ تھے۔ عہ

ایک مرتبہ کسی نے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" کے معنے پوچھے۔ فرمایا خداوند جل و علا ہمیشہ سے تھا اور عرش بعد پیدا ہوا۔ یاد رکھو کہ رحمٰن عرش سے نہین بلکہ عرش رحمٰن سے مستوی ہوا۔ عہ ایک مرتبہ آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (اور عنقریب تیرا پروردگار تجھے دے گا ایسا کہ تو راضی ہوگا) پڑھی اور فرمایا خدا کی قسم جب تک آپ کی امت کا ایک شخص بھی آتش دوزخ مین رہے گا آپ ہرگز راضی نہون گے۔ عہ

عہ طبقات الشافعیہ سبکی۔ جلد دوم- ۱۰۲۔ عہ نفحات الانس ۱۷۷۔ عہ طبقات الکبری ۱۲۳- عہ روض الریاحین ۳۲۹- و رسالہ قشیریہ۔ عہ تلبیس ابلیس علی الصوفیہ فی الشطح والدعاوی۔

ابو نصر عبد اللہ بن علی طوسی سراج اپنی کتاب اللمع میں لکھتے ہیں کہ ایک دن ابوبکر بن خفیف نے شبلی سے اللہ جل شانہ کے قول وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (اور مکر کیا اُنہوں (کافروں) نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ سب سے اچھا مکر کرنے والا ہے) کو پیش کر کے عرض کیا کہ "خیر اُن لوگوں کا مکر تو معلوم ہے۔ مگر اللہ کا مکر کیا ہے؟" فرمایا "اللہ کا یہ مکر ہے کہ وہ جس حالت پر تھے اُسی حالت پر اُنہیں چھوڑ دیا۔ اگر وہ چاہتا تو اُن کی حالت ایک آن واحد میں بدل ڈالتا۔ لیکن ابوبکر ابن خفیف موصوف کی صورت دیکھی تو اسی سمجھ گئے کہ یہ بات ان کے دل پر نقش نہیں ہوئی ہے۔ بولے "تم نے فلاں مغنیہ عورت کو کبھی یہ شعر گاتے سنا ہے کہ۔

وَيَقْبُحُ مِنْ سِوَاكَ الْفِعْلُ عِنْدِي ۔۔ وَتَفْعَلُهُ وَيَحْسُنُ مِنْكَ ذَاكَ

کوئی کام تیرے سوا کوئی اور کرتا ہے تو مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے اور وہی کام تو کرتا ہے تو یہ تجھ سے اچھا معلوم ہونے لگتا ہے"[عہ]

لوگوں نے ایک موقع پر آپ سے حدیث نبوی إذا رأيتم أهل البلاء فاسئلوا ربكم العافية (جب تم مبتلاء بلا لوگوں کو دیکھو تو اپنے پروردگار سے عافیت کی دُعا مانگو) کے معنے پوچھے فرمایا "مبتلائے بلا وہ لوگ ہیں جو اللہ کی طرف سے غافل ہیں"[عہ]

◆

[عہ] طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۵۵۔ [عہ] طبقات الکبریٰ للشعرانی ۱۲۳۔

آپ کی مخالفت

دُنیا مین اختلاف کیا جانا اور اہل زمانہ کا عداوت و دشمنی پر آمادہ ہو جانا ہمیشہ اہل حق اور سچے خدا پرستون کی آزمائش کا ذریعہ ہوتا رہا ہے۔ یہ دُشواری ہر فن اور ہر قسم کے باکمالون کو پیش آیا کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد حنبلؒ کے ایسے ائمۂ فقہ و حدیث بھی زمانے کی اِس عام سرد مہری سے نہین بچے تو پھر بیچارے صوفیون کے لیے کیونکر مفر ہو سکتا ہے؟

حضرت جنید بغدادی کے حالات مین ہم بیان کر چکے ہین کہ باوجود احتیاط شدید اور عام لوگون کے سامنے خاموش رہنے کے طعن خلائق اور صاحب اقتدار اُمرا کی سختیون سے نہ بچ سکے۔ زمانے کی جب یہ حالت ہو رہی تھی تو حضرت ابو بکر شبلی کا دامن اُن لوگون کے ہاتھ سے کیونکر بچ سکتا تھا۔ کیونکہ آپ تو مرشد کے روکنے پر بھی رموز باطن کو علانیہ علیٰ رؤس الاشہاد اور بر سر منبر بیان فرمایا کرتے تھے۔ حسین بن منصور حلاج کے نذر اجل ہونے کے وقت اراکین سلطنت کو عام صوفیون کی طرف سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ جن مین سب سے اعلیٰ مرتبہ آپ ہی کا تھا اور اُس وقت آپ کی زبان سے بعض ایسے الفاظ نکل جاتے تھے کہ لوگون کی بدگمانیہ نظرین سب سے زیادہ آپ ہی پر پڑ رہی تھین۔ مگر اپنی عادت کے خلاف اُن دنون آپ نے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ اور اس فتنۂ عظیم سے بچ گئے۔

مگر وہ خیر ایک خاص موقع تھا۔ آپ کی زندگی ہمیشہ ایسی بدگمانیون کا ہدف بنی رہی۔ چنانچہ جہال اور عوام کے ہاتھون آپ نے بڑی بڑی تکلیفین اُٹھائین۔ ہمیشہ خلقت کے

شور و شر میں مبتلا اور ردّ و قبول کے جھگڑے برداشت کرتے رہے۔ اکثر لوگ آپ کے قتل کر دینے پر آمادہ رہے۔ کیونکہ آپ کی بھی بعض باتیں حسین بن منصور حلاج کی باتوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ لوگوں نے راہ چلتے ڈھیلے مارے جن سے پاؤں اس قدر زخمی ہو گیا کہ چلتے تو زمین پر خون کے چھاپے بن جاتے۔ اس کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ زنجیروں میں باندھ کے بغداد لے جائے گئے۔ غرض کہ کوئی بات اٹھا نہیں رہی۔ مگر پھر بھی یہ خوش نصیبی عه میسر آئی کہ ارباب سلطنت اور امرائے دولت بھی آپ کی ایذا رسانی پر نہیں آمادہ ہوئے۔ جیسا کہ دیگر بزرگان صوفیا اور ائمہ دین کو پیش آیا تھا۔

[illegible] بعض مشائخ صوفیہ کو بھی اختلاف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابوبکر یزدانیار ارموی جو مشائخ [illegible] سے تھے تصوف کے ایک جداگانہ طریقہ کے بانی و مجتہد تھے۔ انھیں بعض مشائخ عراق خصوصاً ابوبکر شبلی وغیرہ کے طرز عمل اور آپ کی تعلیموں پر اعتراض تھا۔ مگر [illegible] باعث اس کے کہ عوام الناس آپ کے مخالف ہوں عراق اور بغداد کے مشائخ بالعموم خود ابوبکر یزدانیار کے خلاف ہو گئے تھے عه۔

لیکن خود شیخ ابوبکر یزدانیار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں حضرت ابوبکر شبلی سے جو کچھ اختلاف تھا۔ ویسا ہی تھا جیسا کہ حضرت جنید بغدادی کو تھا۔ چنانچہ فرماتے تھے "مجھے ان لوگوں سے جو اختلاف ہے صرف اس بنا پر ہے کہ انھوں نے اسرار الٰہی کے رموز نا مستحقین اور نا اہلوں پر فاش کر دیے۔ ورنہ جانتا ہوں کہ وہ مقتدائے قوم ہیں۔ اور ان کی محبت کو میں قربت الٰہی کا ذریعہ قرار دیتا ہوں" عه۔

عه تذکرۃ الاولیاء - [illegible]۹۵ — عه نفحات الانس - ۱۴۸

عه طبقات الکبریٰ - ۱۲۴

علیٰ ہذا القیاس شیخ ابوالحسن صوفی قوشجی[عہ] اور شیخ ابوبکر شبلی مین بھی اختلاف ہوگیا تھا[عمہ] بلکہ بالمشافہ بحث بھی ہوئی[غہ]۔ مگر یہ اختلافات اُسی قسم کے تھے جیسے کہ بعض فقہا کو دیگر فقہا سے ہوا کرتے ہین جن مین کسی قسم کا شر نہین ہوتا۔ اور جن کی نسبت یہ مقولہ مشہور ہے کہ "اختلاف العلماء رحمۃ"۔

اسی قسم کا اختلاف اُس عہد کے ایک شیخ ابوالحسن مثنی[للعہ] کو بھی شیخ ابوبکر شبلی سے رہا تھا جنھون نے اپنے شباب کے زمانے مین حضرت شبلی کو دیکھا تھا۔ اور آپ کے حلقۂ درس کے قریب کھڑے ہو کے روحانی تعلیم و تعلّم کی کیفیت ملاحظہ کی تھی۔

تعلیمات کی ذیل مین ہم بیان کر آئے ہین کہ اُس عہد کے امام قرأت شیخ ابوبکر احمد بن موسیٰ مقری نے حضرت شبلی کے اس دعوے پر کہ علم کبھی منجر بہ فساد بھی ہو جاتا ہے اعتراض کیا تھا جس کا شبلی نے آیات قرآنی سے ایسا نمایان ثبوت دیا کہ سوا خاموش ہو جانے کے کچھ بنائے نہ بنی[صہ]۔

اور سچ یہ ہے کہ اپنے روحانی جذبات کے جوش مین بعض اوقات آپ علم سفینہ اور کتابت کی جو مخالفت کر بیٹھا کرتے تھے اُس نے جماعت علما کو آپ کی طرف سے ضرور بدظن کر دیا ہوگا۔ دوات کو دیکھ کے کہنا کہ "اپنی سیاہی ہٹاؤ میرے لیے اپنے دل ہی کی سیاہی بہت ہے"۔ یا یہ فرمانا کہ "جب وہ (علما) اوراق کا علم لے کے میرے سامنے آتے ہین تو مین خرقہ کے علم سے اُن کا مقابلہ کرتا ہون[سہ] علما کی دل آزاری کے لیے تھوڑی بات نہ تھی خصوص اُن دنون جبکہ حدیث کے لکھنے اور نقل کرنے کا

[عہ] طبقات الکبریٰ مین علامہ شعرانی "قوشجی" کی جگہ "بوسنجی" لکھتے ہین۔ ۱۴۹۔ [عمہ] نفحات الانس۔ ۲۱۴۔

[غہ] طبقات الکبریٰ۔ ۱۴۱ [للعہ] نفحات الانس۔ ۲۹۳ و ۲۹۴۔ [صہ] نفحات الانس ۲۲۱ [سہ] تلبیس ابلیس۔

رواج ساری دنیاے اسلام مین اعلیٰ کمال دینی تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن یہ اختلافات اسی وقت تک تھے جب تک علما لوگون سے سُن کے بغیر دریافت کیے مخالفت شروع کر دیتے۔ اُن مین سے اگر کبھی کوئی اصل حقیقت دریافت کرنے کی طرف مائل ہوتا اور خود آپ سے مل کے تحقیق کرتا تو فوراً اختلاف سے باز آجاتا بلکہ آپ کا معتقد ہو کے واپس جاتا۔ چنانچہ ابن بشّار جو اُس زمانے کے باکمالون مین تھے ابتداءً حضرت شبلی کے اس قدر خلاف تھے کہ لوگون کو آپ سے ملنے آپ کی صحبت مین آنے جانے۔ اور آپ کی تقریر سُننے سے روکا کرتے۔ اتفاقاً ایک دن آپکے پاس آئے تاکہ آپ کے علم و فضل اور آپ کے اصول و عقائد کا امتحان کرین۔ پوچھا "کیون حضرت کسی کے پاس پانچ اونٹ ہون تو اُن کی زکوٰۃ کیا دے؟" اس سوال پر حضرت ابوبکر شبلی نے سکوت کیا تو ابن بشّار نے مکرر یہی سوال کیا۔ آخر شبلی نے کہا "کہ از روے شرع واجب تو ایک بکری ہے۔ مگر ہم سے لوگون کے لیے لازم ہے کہ پانچون اونٹ زکوٰۃ مین دے دین"۔ ابن بشّار نے کہا "اس مسئلے مین تمھارا کوئی امام بھی ہے یا ذاتی اجتہاد ہے؟" فرمایا "ہمارے امام اس مسئلہ مین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہین جنھون نے اپنا سارا مال خدا کی راہ مین دے دیا تھا۔ اور جب آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ "اپنے عیال کے لیے کیا رکھا ہے؟" تو کہا "اللہ اور اُس کے رسول کو"۔ یہ مسکت جواب سُن کے ابن بشّار بے کچھ کہے سُنے چپکے اپنے گھر واپس گئے۔ اور پھر کبھی کسی کو حضرت شبلی کے پاس آنے سے نہین روکا۔[۵]

بہرتقدیر حضرت شبلی سے اگرچہ بہت کچھ اختلاف کیا گیا۔ اور آپ کو مختلف صحبتون

---

[۵] طبقات الکبری - ۱۲۳ -

اور جماعتون مین الزام دے گئے مگر آپ کے اصول توحید اور جذبات الٰہی پر کوئی مخالفت نہین غالب آسکی ۔ اور آخر تک آپ اُن رموزِ وحدت اور اسرارِ معرفت کے حامل اور مبلغ رہے جو حضرت جنید بغدادی کی معرفت آپ کو اسلاف کرام سے پہونچے تھے ۔ اور آپ کے ذریعے سے ہمارے عہد کے پاک باطن صوفیون تک پہنچے ہین ۔

فیض یابانِ صحبت معاصر اور مُرید

جو روحانی فیض حضرت جنید بغدادی سے دُنیائے اسلام کو پہونچا جس کی اشاعت آج تک جاری ہے اور خدا نے چاہا تو رہتی دُنیا تک باقی رہے گی اُس سلسلہ کی ایک طلائی کڑی چونکہ حضرت شبلی بھی واقع ہوئے ہین لہذا دیگر بزرگان سلف کی طرح آپ کا فیض بھی آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا ۔ اگر چشمِ بصیرت سے دیکھیے تو تمام اسلامی خانقاہون کے چراغون مین حضرت ابوبکر شبلی کے سینے کا نور بھی چمکتا نظر آئے گا ۔ اسی طرح حقیقت شناسی کے کان موجودہ صوفیہ صافی طینت کی ہُو حق مین اکثر اوقات شیخ شبلی کا نعرۂ مستانہ بھی سُن لیا کرتے ہون گے ۔

فیض یابون کی وہ جماعت درکنار جسے بواسطہ یا بعد کے زمانون مین آپ سے فیض روحانی پہونچا ہم اُن خوش نصیب اور بابرکت بزرگون کا بھی شمار نہین بتا سکتے جنھون نے اپنی آنکھ سے آپ کا جمال جہان آرا دیکھا اور آپ کے نورانی سینے کی شمع معرفت سے اپنے باطن کی شمعین روشن کین ۔ ہان اُن مین سے اُن چند مخصوص لوگون کی فہرست پیش کرتے ہین جن کے نام ہمین علمائے سیر سے معلوم ہوئے ہین یا جن کے مبارک نام آپ کے حالات کے سلسلے مین آگئے ہین ۔

ان مین دو قسم کے لوگ ہین۔ ایک تو وہ جو آپکے معاصر تھے۔ آپ کی طرح وہ بھی اس دور مین مقبول و مستند خیال کیے جاتے تھے۔ اور علوم باطن کی خدمت بجالا رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ اُنھین آپسے ملنے و دیکھنے یا کسی قسم کا تعلق پیدا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اور دوسرے وہ بزرگ جو آپ کے مرید تھے آپ کی صحبت فیض مین شریک ہوئے تھے۔ اور آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوکے مرجع انام اور رہنمائے خلق بن گئے تھے

اول الذکر قسم کے لوگون مین مندرجۂ ذیل حضرات ہین:۔

ابوبکر احمد بن موسی بن عباس بن مجاہد مقری علم قرأت کے مستند عالم تھے اور شیخ قرات مانے جاتے تھے۔ ساتون قرأتون سے واقف ہی نہین مصنف بھی تھے سنہ ۲۴۵ھ مین پیدا ہوئے حضرت ابوبکر شبلی سے ملے اور چونکہ شبلی علم سے ضرر پہنچنے کے قائل تھے لہذا اعتراضاً کہا علم سے فساد کہان؟ اس کے جواب مین حضرت شبلی[۵] نے ایسی حیرت انگیز گفتگو کی کہ عش عش کر گئے ۳۲۴ھ مین سفر آخرت کیا۔

ابو علی ثقفی حضرت ابوبکر شبلی کے معاصر اور آپ کے ہم پایہ شیخ زمانہ مین شمار کیے جاتے تھے۔ ان کا قیام خراسان کے مستقر شہر نیشاپور مین تھا۔ حضرت شبلی نے اپنے ایک شاگرد کو جاسوسون کی طرح خفیہ بھیج کے ان کے ایک سال کے حالات و کیفیات و نیز ان کے کلمات و مواعظ منگوائے تھے۔ اور پھر ان کو ملاحظہ فرما کے رائے دی تھی کہ اس شخص کی صبح کی باتین تو علم حقائق مین معجزات ہین مگر رات کا کلام ردی اور فاسد ہے۔ اور پھر اس کے سبب کا بھی پتہ لگا لیا تھا۔ شیخ ابوعلی نے ۸۵ برس

---

[۵] طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ۱۰۳۔

کی عمر پائی۔ اور شب جمعہ ۲۳۔ جمادی الاول سنہ ۳۳۴ھ کو رہ نورد عالم بالا ہوئے۔[۲]

جعفر خلدی حضرت جنید بغدادی کے اصحاب و تلامذہ میں شمار کیے جاتے۔ حضرت ابوبکر شبلی کے معاصر مشائخ میں تھے شبلی کی زبان سے اکثر ان کی ثنا و صفت سنی جاتی۔ کیونکہ وہ ان سے کمال باطنی کے نہایت ہی معترف تھے۔ بندار بن حسین خواص عہد کے صاحب باطن مشائخ میں تھے ان کو خود ابوبکر شبلی سے افضل اور زیادہ عالی قدر بتایا کرتے سنہ ۳۵۳ھ میں دنیائے دنی کو چھوڑ کے عالم باقی اختیار کیا۔[۳]

ابوالحسن بن احمد بن سہل بوشنجی۔ بعض کتابوں میں بوشنجی کی جگہ فوشنجی ہے۔ حضرت شبلی کے معاصرین و اقران میں تھے۔ اور عقیدت کیشوں کی ایک بڑی جماعت ان کے فیض صحبت سے برکت حاصل کیا کرتی تھی۔ خراسان کے ایک جوان حقیقت جوان تھے۔ ابو عثمان سے ملے۔ عراق میں جا کے عطا حریری سے فیض حاصل کیا۔ شام میں جا کے طاہر مقدسی اور ابو عمرو دمشقی کے ایسے علمائے باطن کی صحبت میں شریک ہوئے۔ بعض مسائل تصوف میں انھیں حضرت شبلی سے اختلاف تھا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے سنہ ۳۴۸ھ میں دنیا کو رخصت کیا۔[۴]

ابوبکر عبداللہ بن طاہر ابہری حضرت شبلی کے معاصر و اقران میں تھے۔ بڑے پائے کے لوگوں میں تھے یوسف بن حسین رازی اور ابو محمد جریری کی سراپا فیض صحبتوں سے برکت حاصل کی تھی سنہ ۳۳۰ھ میں رہ نورد عالم بالا ہوئے۔[۵]

ابوبکر یزدانیار ارموی حضرت ابوبکر شبلی کے ہم پایہ معاصروں اور مستند مشائخ عصر

---

[۲] طبقات الشافعیہ للسبکی جلد دوم ص ۱۷۲۔ [۳] نفحات الانس ص ۲۲۵۔ [۴] طبقات الکبریٰ ص ۱۳۲۔

[۵] طبقات الکبریٰ ص ۱۳۲۔

مین تھے تصوف مین وہ ایک جداگانہ اور خاص طریقے پہ چلتے تھے۔ اِن کو عام مشائخ عراق اور خاصۃً حضرت ابوبکر شبلی سے بعض امور مین اختلاف تھا جس کی وجہ سے مشائخ عراق اُن کے خلاف ہو گئے تھے۔[عه]

ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم مالک۔ بندار کے شاگرد اور مرید تھے۔ مگر شبلی کی زیارت سے شرفیاب ہوئے تھے۔ چھ اوپر سو برس کی عمر پائی۔[عه] مگر یہ نہین معلوم ہو سکا کہ کس سال انتقال ہوا۔

دوسری قسم کے لوگون مین سب سے پہلے ہم آپ کے فرزند کا نام لیتے ہین۔ اور اُن کے بعد دیگر بزرگون کی طرف توجہ کرین گے۔ جن کا سلسلہ حسب ذیل ہے۔

یونس بن ابی بکر شبلی۔ یہ حضرت شیخ شبلی کے صاحبزادے تھے۔ جن سے آپ کی خلوت کی کیفیت ہمین معلوم ہوئی کہ رات بھر کوٹھے پر کھڑے رہے۔ اور صبح کو شکایت کی کہ سوا ایک مرغ کے رات کو مجھے کوئی اللہ کا یاد کرنے والا نہ نظر آیا۔[سه] یونس کے حالات ہمین اور کہین نہین مل سکے۔ لہذا نہ ہم آپ کا کوئی واقعہ بیان کر سکتے ہین۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہین کہ آپ کا کس سنہ مین انتقال ہوا۔

ابوبکر طمستانی۔ ان کا اصلی وطن ارض فارس تھی۔ ابراہیم دباغ شیرازی اور جناب شیخ شبلی کی صحبتون سے فائدہ اُٹھا کے اِس اعلیٰ مرتبہ کمال پر پہنچ گئے کہ بلند پایہ مشائخ زمانہ مین شمار کیے جاتے اور خود حضرت شبلی عزت کرتے تھے۔ سنہ ۳۴۰ھ مین سفر آخرت کیا۔[للعه]

عه نفحات الانس۔ ۱۷۰، عه نفحات الانس۔ ۲۲۹۔ سه۔ تلبیس ابلیس۔

للعه نفحات الانس۔ ۱۰۴۔

حسین بن محمود بن موسیٰ آملی۔ اعلیٰ درجے کے مشائخ میں تھے۔ حضرت شبلی کو دیکھا تھا اور آپ کے دیدار سے برکت حاصل کی تھی۔ سنہ [illegible] کے بعد جادہ پیمائے آخرت ہوئے۔

جعفر بن محمد بن نصیر گبران خلدی [illegible] وغیرہ کے [illegible] مرید تھا۔ مگر بغداد میں رہ کے حضرت شبلی کی خدمت کرتے اور اُن کی صحبت سے فیض اٹھاتے تھے۔ شبلی کے آخر عہد میں اُن سے اس قدر تعلقات بڑھے ہوئے تھے کہ مرض موت میں زیادہ تر خدمات یہی بجا لائے۔ انھیں نے اُنھیں آخری وضو کرایا۔ اور اُس اثنا میں زبان بند ہو گئی تو شبلی نے اِن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کے اپنی داڑھی میں مسح کر لیا۔ انھیں پر اُنھوں نے یہ راز بھی کھولا تھا کہ [illegible] پاس ایک درہم کا مظلمہ میرے پر باقی ہے اُس کے عوض ہزاروں درہم دے چکا ہوں مگر اُس کا بار دل پر سے نہیں ہٹتا۔ اور اُن کے جنازے پر انھیں کے [illegible] کا [illegible] آئی ہے۔ اُس مبارک جسم سے روح پر ہزارہا لعنت [illegible] ہو گی مگر ان کا [illegible] روایت ہے [illegible] ثابت ہوتا ہے۔ انھوں نے دو ہزار مشائخ کے دربار فیض سے برکت حاصل کی تھی۔ اور سنہ ۳۴۸ھ میں آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

ابو الحسن بندار بن حسین بن محمد بن مہلب شیرازی۔ اصول دین کے عالم اور محدث تھے۔ اور شبلی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ یوں تو حضرت شبلی کے [illegible] سے ہزارہا آدمیوں نے فیض پایا ہوگا۔ مگر ان کو ان سب میں ایسا امتیاز حاصل تھا کہ خود مرشد یعنی حضرت شبلی اپنے اس [illegible] حقیقت [illegible] کی [illegible] کیا کرتے تھے۔ ابو عبداللہ خفیف جو ایک بڑے عالی مرتبہ صوفی گزرے ہیں

[illegible] ۲۰۰ صفحہ طبقات الکبریٰ ۱۲۳ رسالہ قشیریہ ۱۸۱ صفحہ نفحات الانس ۲۱۳۔

وہ فنون کے ماہر تھے۔ علوم ظاہر اور خاصۃً علم کلام میں بھی ان کے تبحر کا اندازہ لیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ امام المتکلمین رئیس اشعریین حضرت شیخ ابوالحسن اشعریؒ کے شاگرد تھے۔ شیخ ابوالحسن اشعری کو جو شہرت و ناموری حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ آپ شبلیؒ کی خدمت میں بحیثیت شاگرد نہیں بلکہ خادم کی طرح رہتے تھے پھر کمال روحانی حاصل کرنے کے لیے حضرت شبلیؒ کی طرف رجوع کیا۔ اور آپ کی سراپا فیض صحبت سے شرف یاب ہوئے۔ یہ بھی اُن چند خوش نصیب حقیقت کیشوں میں تھے جن کی حضرت شبلیؒ تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ اور بے شک یہ بزرگ اس کے مستحق تھے۔ کیونکہ شیخ ابوالحسن اشعریؒ کے مخصوصین میں تھے۔ [illegible]ھ میں وفات پائی۔

ابو سہل محمد بن سلیمان بن ہارون بن عیسیٰ بن ابراہیم بن بشر حنفی صعلوکی امام تصوف میں مرشد ابو علی ثقفی وغیرہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا حضرت ابوبکر شبلیؒ سے اور بھی زیادہ فیض یاب ہوئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اپنے زمانۂ قیام بغداد میں میرا کوئی ہفتہ حضرت شبلیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے خالی نہ جاتا تھا۔ کبھی میں کچھ پوچھتا اور کبھی خاموش بیٹھ کے چلا آتا۔ ایک دن شیخ شبلیؒ ابو اسحٰق مروزی سے ملنے کو گئے۔ اتفاقاً وہاں میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُن سے کہا کیا یہ مجنون تمہارے لوگوں میں سے ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو ہمارے لوگوں میں سے ہے۔ ابو سہل کا علم و فضل اس قدر مسلم تھا کہ دوست دشمن سب مانتے اور تعظیم کرتے تھے۔ بعد جا کے نیشاپور میں سکونت اختیار کی جہاں منگل کے دن ۱۵۔ ذی قعدہ ۳۶۹ھ کو آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

سه نفحات الانس ۲۱۵۔ عه طبقات الشافعیہ السبکی جلد دوم ۱۹۰۔

لعه نفحات الانس ۲۱۵۔ صه طبقات الشافعیہ السبکی جلد دوم ۱۶۲۔ سه نفحات الانس ۲۸۷۔

ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصرآبادی خراسان کے محترم شیوخ مین تھے۔ شیخ ابوبکر شبلی اور نیز ابوعلی رودباری اور مرتعش کے ایسے صاحب کمال صوفیہ اور علمائے الٰہی کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت شبلی کی وفات کے بتیس برس بعد سنہ ۳۶۶ھ مین وطن مالوف نیشاپور کو خیرباد کہہ کے مکۂ معظمہ کا سفر کیا اور ہجرت کر کے وہین اقامت گزین ہوگئے۔[عہ] انھین سید الطائفہ جنید بغدادی کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہوا تھا۔ جادہ پیمائے طریقت ہونے کے علاوہ علوم ظاہر کے بھی مستند عالم تھے۔ علم حدیث مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور کثرت سے روایت حدیث کیا کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ علم حدیث مین اس قدر توغل تھا۔ اور عالی مرتبہ محدث تسلیم کیے جاتے تھے انھین سماع اور حال وقال کی صحبتون سے خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ اسی بنیاد پر اُن سے اور ابوعمرو بن نجید سے بحث ہوگئی۔[عسہ] جس کا ہم اس سے پیشتر تذکرہ کر چکے ہین۔ خراسان کے مشہور شہر نیشاپور مین پیدا ہوئے۔ اور وہین نشو و نما ہوا۔ اور سنہ ۳۷۲ھ مین خاص مکۂ معظمہ مین وصال ہوا۔[سہ] مگر علامۂ قشیری کی روایت زیادہ مستند ہے جو فرماتے ہین کہ سنہ ۳۶۹ھ مین وصال ہوا۔[لعہ] اور اُسی مقدس زمین مین آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حمدون الفرا۔ نفحات الانس مین مولانا جامی نے ان بزرگ کی کنیت بجائے ابوعبداللہ کے ابوبکر بتائی ہے۔ خراسان و نیشاپور کے عالی مرتبہ بزرگان دین اور مسلم الثبوت اولیاء اللہ مین تھے۔ ابوعلی ثقفی۔ عبداللہ بن منازل۔ ابوبکر بن طاہر۔ اور حضرت ابوبکر شبلی وغیرہ مقبول و مرجع عالم مشائخ کے چمنستان معرفت

[عہ] رسالۂ قشیریہ۔ ۳۰۹۔ [عسہ] عوارف المعارف ۴۹۔ [سہ] نفحات الانس ۲۱۰۔ [لعہ] رسالۂ قشیریہ۔ ۳۹

سے گلچینی کی تھی۔ اور اِس رتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ یکتائے عصر تصور کیے جاتے۔ سنہ ۳۴۳ھ مین دُنیائے ناپائدار سے رخصت ہو کے رہ نوردِ عالمِ آخرت ہوئے۔[سہ]

ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری۔ اِن کا خاندان بصرہ کا تھا۔ مگر بغداد مین اقامت اختیار کر لی تھی۔ شبلی کے خاص شاگرد اور مرید تھے۔ اور اُنھین کے ذریعے سے حضرت ابوبکر شبلی کا سلسلۂ فیض جاری ہوا۔ یہ جب پہلے پہل مرید ہوئے ہین تو معمول تھا کہ ہر جمعہ کو جناب شبلی کی خدمت مین حاضر ہوا کرتے۔ اور مرشد کی تاکید تھی کہ اِس درمیان مین یعنی جمعہ سے جمعہ تک خدا کے سوا کسی اور کا خیال بھی تمھارے دل مین گزر جائے تو تمھین میرے پاس آنا حرام ہے۔ آخر جب علومِ باطن مین ترقی کی تو اِس درجے کو پہنچ گئے کہ لوگ کہتے ہین عجیب حالت تھی اور عجیب گفتگو اور سارے عراق کے شیخ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت شبلی سے اگرچہ ہزارہا خلقت فیض یاب ہوئی مگر اور سب کو صرف باتین سُننا نصیب ہوئی تھین۔ اِنھین خاص طور پر شاگردی کا خلعت عطا ہوا۔ شبلی اِن کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی وفورِ محبت سے فرمایا کرتے "جیسا مین دیوانہ ہون ویسے ہی تم بھی ہو"۔ یہی اُن کے علم و فضل کے وارث ہوئے۔ اور اُن کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔ فقہ حنبلیہ کے پیرو تھے۔ اور جمعہ کے دن ماہ ذی الحجہ سنہ ۳۷۱ھ مین سفرِ آخرت کیا۔[للعہ]

ابوعبداللہ بن ابی ذُہل۔ یہ ایک خراسان کے صاحبِ دل اور صاحبِ ہمت بزرگ تھے۔ کمالِ روحانی کے ساتھ عالم و ثقہ تھے اور روایتِ حدیث کیا کرتے تھے۔ برسہا سال تک حضرت شبلی کی خدمت کی۔ مگر ادب و تعظیم کا اِس درجہ لحاظ تھا کہ اُنھون نے اپنی زبان سے کبھی کوئی سوال

سہ طبقات الکبریٰ ۔ ۱۲۶ ۱عہ نفحات الانس ۔ ۱۰۵ ۱سہ طبقات الکبریٰ ۱۲۵ ۔ ۱۲۳ ۱لعہ نفحات الانس ۔ ۲۲۰

نہیں کیا۔ اور لوگوں کے پوچھنے پر حضرت شیخ جو جواب دیتے اسی سے بھی فیض و برکت حاصل کرتے۔ رئیسوں نے بہت سامان بھی حضرت شبلی کی نذر کیا تھا جس کی وجہ سے شیخ شبلی ان کو "مراد خراسان" کہا کرتے تھے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنے پر جو عرض کرتا اس کا شافی جواب جو کسی کے پوچھنے پر حضرت شبلی کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوا تھا وہ انہیں کی عنایت و وجاہت سے معلوم ہوا۔[1] انھوں نے [illegible]ھ کو ابو عبد اللہ بن ابی ذہل نے سفر آخرت کیا۔

ابو الحسین محمد بن احمد بن اسمٰعیل بن سمعون جو عموماً "ابن سمعون" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت ابو بکر شبلی کے زمانے میں ان کا بچپن تھا۔ ایک دن [illegible] بانکی ٹوپی پہنے ہوئے بغداد کی جامع مسجد میں گئے۔ حضرت شبلی اپنے معتقدین کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ پاس سے ہو کے گزر گئے اور شیخ کو سلام نہ کیا۔ شیخ شبلی نے ان کی پشت دیکھ کے اپنے خادم ابو بکر اصفہانی سے فرمایا "بابا اس لڑکے کے سینے میں خدا کے کیسے ذخیرے جمع ہیں"۔ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور ان کا علم و فضل اس درجے کو پہونچ گیا کہ "الناطق بالحکمۃ" کے محترم لقب سے مشہور ہوئے۔ ۳۸۷ھ میں سفر آخرت کیا۔[2]

وزیر علی بن عیسیٰ۔ المقتدر باللہ عباسی نے اس قابل و نیک مشرب شخص کو ۳۱۵ھ میں دمشق سے بلوا کے خلعت وزارت سے سرفراز کیا تھا۔ مگر چند ہی روز بعد ۳۱۶ھ میں جب اس نے خلافت کا رنگ بگڑا دیکھا تو استعفا دے دیا۔ کیونکہ اول تو پہلے ہی خلیفہ کے خادموں اور حرم کی عورتوں خاصۃً امیر المومنین کی والدۂ محترمہ کے

---

[1] نفحات الانس ۳۱۰۔ [2] طبقات الشافعیہ جلد دوم ۔ ۱۶۶ [3] نفحات الانس ۔ ۲۲۱۔

مصارف حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے اُس پر طُرّہ یہ ہوا کہ فوج انبار سے واپس آئی تو اُس کی سالانہ تنخواہ میں دو لاکھ چالیس ہزار اشرفیوں کی رقم اور اضافہ کر دی گئی۔ خلیفہ کی اس ناعاقبت اندیشی پر وزیر علی بن عیسیٰ نے استعفا دیا تو خلیفہ المقتدر باللہ نے کہا میں تو آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں۔ پھر آپ کیوں علیحدہ ہوئے جاتے ہیں علی بن عیسیٰ نے اپنی ضعیفی و ناتوانی کا عذر کر کے بہت اصرار کیا تو استعفا منظور ہوا اور خدمت سے الگ ہوتے ہی وہ اور اُس کا بھائی عبدالرحمٰن بن علی گرفتار کر لیے گئے۔ وزیر علی بن عیسیٰ کی نیک نفسی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی کی بیماری کا حال سُنا تو خاص شاہی طبیب کو جو عیسائی تھا بحکم خلافت اُن کے علاج پر مامور کیا اور وہ اُن کی تلقین سے مسلمان ہو گیا جیسا کہ بیان ہو چکا۔

ابو الحسن مُثنّی حضرت شبلی کی صحبت فیض سے شرف یاب ہوئے تھے۔ اور بعد کے زمانے میں لوگ ان کی زبان سے شبلی کے حالات سُنا کرتے تھے چنانچہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ان سے ملنے گئے۔ اور کسی قصے کے یاد دلانے پر شبلی کے چشم دید حالات سُننے کے مشتاق ہوئے۔ انھوں نے بے ادبی خیال کر کے پہلے تو جناب رسالت مآب صلعم کا ایک واقعہ بیان کیا اور اُس کے بعد حضرت شبلی کا یہ واقعہ بیان کیا کہ کسی نے اُن سے وصل کی حقیقت دریافت کی [illegible] کی کہ سب سامعین کو بیتاب کر دیا اور خود بھی غش کھا کے گر پڑے[3]

ابو العباس دامغانی۔ ان بزرگ کے بھی زیادہ حالات [illegible] ہو سکے۔ صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ حضرت شبلی نے ایک مرتبہ نصیحت کی تھی کہ خلوت

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۵ و ۵۷ [2] روض الریاحین ۱۱۳-۱۱۴ [3] نفحات الانس [illegible] ۲۹۰۔

اختیار کرو۔ لوگون کے درمیان سے اپنا نام مٹا دو۔ اور دیوار کی طرف منہ پھیر کے بیٹھ جاؤ۔ یہان تک کہ موت آ پہونچے۔"[3] اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس کسی نے اس نصیحت پر عمل کیا ہو (اور ہمین یقین ہے کہ ابو العباس دامغانی نے ضرور عمل کیا ہوگا) وہ کمالات روحانی مین کس درجے پر پہونچ گیا ہوگا۔

ابو عبد اللہ رازی ابتداءً حضرت شبلی کی صحبت سے فیض اُٹھاتے تھے۔ پھر شہر نیشاپور مین جا کے اقامت گزین ہو گئے۔ یہی وہ بزرگ ہین جنھین ایک صاحب کی فیاضی سے ایک صوف کا کپڑا پہننے کو مل گیا تھا۔ اُس کے بعد اُنھون نے حضرت ابو بکر شبلی کے سر پر ایک اچھی ٹوپی دیکھی۔ اور دل مین کہا یہ ٹوپی میرے کپڑے کا جوڑ ہے۔ میرے پاس ہوتی تو کیا اچھا تھا۔ حضرت شبلی اِن کے دل کی حالت پہچان گئے۔ اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ اور وہان اِن کا صوف کا کپڑا اور اپنی ٹوپی دونون کو ایک مین لپیٹ کے آگ مین رکھ دیا۔[4]

اُستاد ابو علی دقاق۔ نامی گرامی صاحب دل تھے حضرت شبلی کے مرید ابو القاسم نصر آبادی کے شاگرد تھے۔ اور اُنھین کی بارگاہ معرفت کے فیض یافتون مین اُن کا شمار ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہین کہ "مین نے علم تصوف کو نصر آبادی سے اُنھون نے شیخ ابو بکر شبلی سے اُنھون نے جنید بغدادی سے اُنھون نے سری سقطی سے۔ اُنھون نے معروف کرخی سے اور اُنھون نے داؤد طائی سے حاصل کیا جو تابعین یعنی صحابۂ رسول اللہ صلعم سے فیض اُٹھانے والون مین تھے"[5] اُنھین سے مروی ہے کہ شبلی شب بیداری کے لیے آنکھون مین نمک کا سُرمہ لگایا کرتے تھے[6]

---

[3] رسالۂ قشیریہ - ۶۷ - [4] رسالۂ قشیریہ - ۱۳۹ - [5] رسالۂ قشیریہ - ۱۵ - [6] اللمع، رسالۂ قشیریہ - ۱۴۳ -

عبدالرحمن خراسانی جن خراسانی لوگوں کو بغداد میں حضرت شبلی کی صحبت نصیب ہوئی اور ان سے فیض پہونچا ان میں سے تھے انھیں کا بیان ہے کہ میں نے حضرت شبلی کے دروازے پر دستک دی ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل آئے اُس نے ان کا نام لے کے پوچھا تو وہ کہاں ہیں ؟ کہا وہ کافر ہو گیا خدا اس پر رحم کرے ۔ ایک دفعہ شبلی جو ملنے آئے خود ان سے پوچھ بیٹھے تھے کہ شبلی کے سوا کسی اور کو بھی کبھی اللہ کہتے دیکھا ہے ؟ انھوں نے بے تکلفی سے کہا شبلی تو تو کبھی اللہ کہتے نہیں سنا ۔ اس جواب نے ایسا اثر کیا کہ شبلی غش کھا کے گر پڑے

شیخ احمد اسد آبادی حضرت شبلی کی صحبت کا فخر حاصل کیا تھا ۔ اور خراسان کے شیخ باطن تسلیم کیے جاتے تھے ۔ ایک دن شبلی نے اپنے ہاتھ سے ان کی بشارت لکھ دی یعنی لبیک کر دی تھیں ۔ اس کو اپنے لیے اتنا بڑا سرمایہ برکت خیال کیا کہ پھر کسی کو چھیوں میں ہاتھ نہیں لگانے دیا ۔ یہ ایک عجیب حیرت انگیز اور حد تعجب سے زیادہ واقعہ ہے ۔ مگر فقرا اور صاحب باطن لوگوں سے کبھی کبھی ایسی بے احتیاطیاں سرزد ہو جایا کرتی ہیں ۔ جو ان کے سچے جوش اور نیت خیر کی وجہ سے امید ہے کہ اللہ جل شانہ کی درگاہ میں قابل معافی ہوں گی ۔

ابومقاتل احمد بن مقاتل عکی حضرت شبلی کی صحبت فیض سے اکثر برکت حاصل کیا کرتے ۔ انھیں نے ان کو وجد میں بھوؤں کے بال اکھاڑتے دیکھ کے سوال کیا تھا اور یہی ایک مرتبہ مسجد میں شبلی کے برابر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ امام نے آیہ کریمہ وَلَئِن شِئنَا لَنَذهَبَنَّ بِالَّذِي أَوحَينَا إِلَيكَ سن کے وہ بے اختیار ہو گئے اس سے

عہ نفحات الانس ۱۷۶ ۔ عہ نفحات الانس ۲۹۳ ۔ عہ رسالہ قشیریہ ۴۴ ۔ ۲۱۲ ۔

زیادہ اِن بزرگ کے حالات نہین معلوم ہو سکے۔

ابوالحسین مروالروذی۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ اور بغداد مین صحبت شبلی سے فیض اٹھاتے تھے۔ اِنھین نے پوچھا تھا کہ "اکرم الاکرمین سب فیاضون سے بڑا فیاض کون ہے؟" فرمایا "وہ جس نے کسی خطا پر ایک شخص کو معاف کر دیا تو پھر اس گناہ کی وجہ سے کسی پر عذاب نہ کرے گا۔"[عہ]

ابوبکر صیدلانی۔ یہ بھی خاک فارس سے ظاہر ہوئے۔ اور عراق و بغداد مین آ کے حضرت شبلی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ جناب شیخ شبلی ان کی بھی تعظیم و تکریم کیا کرتے۔ مگر آپ کے بعد واپس جا کے نیشاپور مین اقامت گزین ہو گئے تھے۔ جہان انتقال کیا۔ اور آغوش لحد کے سپرد کیے گئے[عیہ]

ابومحمد ہروی۔ حضرت شبلی کے انتقال کے وقت یہ اکثر حاضر رہا کرتے تھے۔ چنانچہ شب وصال کو رات بھر موجود رہے۔ اور کہتے ہین کہ شبلی کا ساری رات یہ عالم تھا کہ بار بار دو شعر پڑھتے جو وفات کے حالات مین بیان کیے جائین گے۔

بکیر دینوری آپ کے مرید اور آپ کے خادم تھے۔ مرض موت مین آپ کے پاس حاضر تھے۔ اُنھین سے آپ کے انتقال کے چند حالات مروی ہین[للعہ] - اِن کا سنہ وفات ہمین نہین معلوم ہو سکا۔

ابوبکر اصفہانی۔ ان کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضرت ابوبکر شبلی کے خادم تھے اس کے سوا ان کا اور کچھ حال نہین معلوم ہو سکا۔

[عہ] نفحات الانس۔ ۲۶۰۔ [عہ] نفحات الانس۔ ۱۷۹۔ [سہ] رسالہ قشیریہ۔ ۱۷۹۔

[للعہ] روض الریاحین۔ ۱۹۰۔ و نفحات الانس۔ ۱۷۷، [صہ] نفحات الانس۔ ۲۲۱۔

فاطمہ نیشاپوریہ۔ یہ خاتون بھی حضرت شبلی کے فیض روحانی سے بہرہ یاب ہوئی تھی۔ اور غالباً آپ کی خادمہ تھی۔ جب حسین بن منصور حلاج کی نسبت علما نے قتل کا فتویٰ دیا ہے اور اُن کی نسبت لوگون مین طرح طرح کے خیالات مشہور ہوئے ہین تو حضرت ابوبکر شبلی سے اس خاتون کی معرفت ان سے چند سوالات کے جواب طلب کیے تھے۔ عہ

اِن بزرگون کے علاوہ چند اور بزرگ ہم نام بھی ہین جن کے مخصوص حالات ابھی تک نہین معلوم ہوسکے مگر آپ کی صحبت فیض مین کہین کہین وہ آگئے ہین۔ مناسب ہوگا کہ ان کے قابل قدر نامون سے بھی ہم ناظرین کو محروم نہ رکھین۔ لہذا ان کی مختصر فہرست بھی پیش کیے دیتے ہین (۱) احمد بن محمد بن زید جنھین آپ نے عارف کی بتائی تھی۔ (۲) محمد بن محمد بن عبدالوہاب جن کے سامنے آپ نے فرمایا کہ معرفت کیا چیز ہے۔ (۳) منصور بن عبداللہ جن کو آپ سے معلوم ہوا کہ شان محبت کیا ہے (۴) ابوعلی مغازلی جنھون نے اپنے اوپر آیات قرآنی کے اثرون کو حضرت شبلی کے سامنے بیان کر کے جواب شافی پایا۔ (۵) عبداللہ بن علی جن سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ سماع نے شبلی پر کیا اثر کیا تھا۔ (۶) ابوعمران جو علماے زمانہ مین تھے۔ شبلی کے حلقہ فیض کے برابر جامع بغداد مین بیٹھ کے درس دیا کرتے تھے۔ اور جو ایک مسئلہ فقہی مین حضرت شبلی کی تحقیقات سُن کے حیران ہوگئے تھے۔ (۷) ابوبکر رازی جن سے روایت ہے کہ شبلی نے علماے علم کو باعث فساد بھی خیال کیا۔ (۸) ابوالحسن تمیمی جنھون نے ایکبار حضرت شبلی کو مستانہ وار چند اشعار پڑھتے سُنا۔ (۹) طاہر خثعمی ان سے بھی شبلی کی شعرخوانی

عہ لٹریری ہسٹری آف پرشا مصنفہ براؤن۔ جلد اول صفحہ ۴۳۴۔

مروی ہے۔ (۱۰) ابن بشار جو لوگون کو شبلی کی صحبت مین آنے سے روکتے تھے اور
پھر ایک مرتبہ مل کے ایسے معتقد ہوئے کہ اس سے باز آ گئے (۱۱) حسین بن منصور
حلاج جو خلفا کے حکم سے قتل ہوئے۔ اور جن کا مختصر حال حضرت جنید کی سیرۃ مین
لکھا جا چکا ہے (۱۲) شیخ ابو [illegible] رازی۔ (۱۳) شیخ ابونصر تبانی (۱۴) حسین بن محمد اصفہانی
جن کے ہاتھ مین دوات دیکھ کے شبلی نے فرمایا تھا کہ اپنی سیاہی چھپاؤ۔

ان کے سوا اور خدا جانے کتنے گرانپایہ معاصر و شاگرد یا ان کی صحبت یافتہ ہون گے
جن کے نام ہم نہین جانتے مگر اس فہرست کے ختم پر ہم فاتحہ اور دعاے مغفرت مین
انھین بھی شریک کر کے درگاہ رب العزت مین عرض کرتے ہین کہ اے خدا اپنے
فضل و کرم سے تو ان سب کی مغفرت کر۔ اور ہمین ان کے نقش قدم پہ چلا۔

وفات

مومن کی وفات کیا۔ ایک قیدی تھا جو قید خانہ سے چھوٹا اور اس کا
دنیا کے آلام و مصائب سے اُسے نجات مل گئی۔ خصوص اُس مومن پاک طینت
کی وفات جو موتوا قبل ان تموتوا کے سچے اصول پر عمل کر کے اپنی ہستی پہلے ہی
مٹا چکا ہو۔ اور توحید کی دھن مین فنا ہو کے ایسا مٹ گیا ہو کہ اُسے اپنی زندگی و
موت کا امتیاز ہی نہ باقی رہا ہو۔ مگر لوگون کو یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ولی
کامل اور مست جام الست کی موت کیسی ہوا کرتی ہے۔

شیخ ابوبکر شبلی کی موت جو ان کی نظر مین نہین صرف ہمارے خیال مین موت
ہے نہایت ہی اطمینان و سکون کی موت تھی۔ وصال کا زمانہ قریب آیا تو بار بار

زبان مبارک سے یہ کلمات نکل جاتے کہ بہت سے مقامات ہین کہ اگر وہان مین مرون تو لوگون کے لیے ایک عذاب و مصیبت ہو جاؤن جس دن سفر آخرت کیا اس سے پہلی شب کو ساری رات بار بار یہ شعر زبان سے نکل جاتا تھا۔

وجہک المامول حجتنا   یوم یاتی الناس بالحجج

ترجمہ: تیرا امید گاہ چہرہ اس روز ہماری حجت ہوگا جس دن سب لوگ اپنی حجتین لے کے حاضر ہون گے

ابوعلی [illegible] آپ کے اصحاب عقیدت کیشون مین سے فرماتے ہین کہ اس [illegible] مین [illegible] پاس رہا اکثر انھین دو شعر پڑھتے سنا تھا جن مین دوسرا [illegible] اور [illegible] تھا کہ

کل بیت انت ساکنہ   غیر محتاج الی السرج

ترجمہ: جس گھر مین تو رہتا ہو اسے چراغ کی ضرورت نہین یعنی تیرا رخ روشن چراغ کا کام دیتا ہے۔

اس موقع پر آپ کی ایک کرامت بھی ظاہر ہوئی جو آپ کے روحانی کمالات سے دیکھتے ہوئے [illegible] نہین۔ آپ کے خادم اور مرید ثابت کہتے ہین حضرت ابوبکر شبلی مرض موت مین مبتلا تھے کہ اتفاقاً جمعہ کا روز آیا۔ اور مرض مین کچھ تخفیف نظر آئی۔ بچھونے سے اٹھے۔ اور دینداری کے جوش نے اتنی طاقت پیدا کر دی کہ مجھ پر سہارا دے کے جامع مسجد کی طرف روانہ ہوئے کہ نماز جمعہ مین شریک ہون۔ کتب فروشون کے بازار تک پہونچے تھے کہ ایک تازہ وارد شخص راستے مین ملا

عہ رسالۂ قشیریہ ۱۴۴ ۔ عہ تذکرۃ الاولیا ۲۰۷ ۔ عہ رسالۂ قشیریہ ۱۶۹ ۔

جو ٹمافہ سے آیا ہوا تھا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا "کل مجھے اِس شخص سے ایک سابقہ پڑے گا۔" مین نے اس بات کا کوئی خیال بھی نہین کیا۔ اور اُنھین جامع مسجد مین لے جا کے نماز پڑھائی۔ پھر گھر مین لایا۔ خدا کی قدرت اُسی رات کو ان کا انتقال ہو گیا۔ اور کسی اچھے غسل دینے والے کی تلاش ہوئی لوگون نے کہا کہ بہشتیون کے محلہ مین ایک نیک نفس و پرہیزگار شخص ہے جو غسل میت دیا کرتا ہے۔ مین فوراً اُس کے لانے کو روانہ ہوا۔ اور لوگون نے مجھے اُس دروازہ پہ لیجا کے کھڑا کر دیا۔ مین نے دروازے پر ایک ہلکی سی دستک دی۔ اور بہ آواز بلند کہا "السلام علیکم" فوراً اندر سے یہ آواز آئی "کیا شبلی کا انتقال ہو گیا" مین نے کہا "ہان" یہ جواب سنتے ہی وہ باہر نکل آیا اب جو صورت دیکھتا ہون تو وہی شخص ہے جس کی طرف کل حضرت شیخ نے اشارہ کیا تھا دیکھتے ہی میرے دل پر کچھ ایسی حیرت طاری ہوئی کہ بے اختیار مُنہ سے نکلا "لا الہ الا اللہ" اُس نے بھی کہا "لا الہ الا اللہ" پھر پوچھا "آپ کو حیرت کس بات پر ہے؟" مین نے کل کی ساری سرگذشت بیان کی اور پوچھا "آپ کو اُن کے انتقال کی خبر کیونکر معلوم ہو گئی؟" اُس نے کہا "عجب احمق ہو۔ آخر شبلی کو آج کے سابقے کی کیونکر اطلاع ہو گئی تھی؟"عہ

جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی اور وصال کی گھڑی سر پر آ گئی تو آپ کی بیقراری بڑھی۔ وہ فنائیت جو مخلوقیت کی طرف آنے ہی نہ دیتی تھی ذرا کم ہوئی۔ کیونکہ ضرور تھا کہ آپ کو جام مرگ پلایا جائے اور اُس کے مزے کو آپ چکھین۔ اِس حالت مین آپ کو اپنی انسانیت اور معاصی کا خیال آیا۔ فرمایا "وہ ہوائین چل رہی ہین

عہ عوارف المعارف ۱۹۰

ایک لطف اور دوسری قہر کی۔ جس پر لطف کا جھونکا چل گیا وہ مقصود تک پہونچ گیا۔ اور جس پر قہر کی ہوا چلی حجاب میں گرفتار ہو گیا۔ دیکھیے اب وقت ہوائے لطف آتی ہے یا ہوائے قہر۔ اگر ہوائے لطف کا جھونکا آیا تو اس کی امید میں ہر طرح کی سختیاں اور ساری نامرادیاں برداشت کر سکتا ہوں لیکن اگر کہیں ہوائے قہر چل گئی تو گیا گذرا ہوا۔ اس کی آفت کے سامنے کسی سختی اور بلا کی ہستی ہی نہیں۔[عه]

اب نزع کا عالم طاری تھا۔ لوگوں نے کہا "کہیے لا الٰہ الا اللہ" جواب میں ایک نظم پڑھی جس کا مطلب یہ تھا کہ "سلطان محبت رشوت نہیں قبول کرتا"[عسه] لیکن باوجود اس محویت اور دریائے توحید میں غرق ہونے کے دینداری کی حس اس قدر صحیح تھی کہ تیمارداروں کی طرف دیکھ کے فرمایا "ایک درہم کا مظلمہ مجھ پر باقی ہے اس کے لیے ہزاروں درہم خرچ کر چکا ہوں۔ مگر دل پر سے اس کا بار نہیں ہٹتا"[سه]

چونکہ سب کو آپ کے انتقال کا یقین ہو گیا تھا اس لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ اس امر کو آپ سمجھ گئے اور ان لوگوں کو دیکھ کے فرمایا "عبرت کی بات ہے کہ مردوں کی جماعت زندے کی نماز پڑھنے کو آئی ہے"[للعه] حقیقت شناسوں کے یہ دنیوی زندگی موت ہے اور اس عالم کی ابدی زندگی حیات۔ یہ یقین آخری سانس تک آپ کے دل میں تھا۔ اور واقعی اس جملہ کا حاضرین پر بڑا اثر پڑا ہوگا۔

اب آپ کو معلوم ہوا کہ خدا کے پاس جانے اور دربار رب العزت میں حاضر ہونے کا وقت آگیا۔ جعفر بن نصیر بکران دینوری کی طرف دیکھ کے فرمایا "مجھے وضو کرا دو"

[عه] تذکرۃ الاولیا ۲۰۶، ۲۰۷، [عسه] رسالہ قشیریہ ۱۸۰۲، [سه] عوارف المعارف ۹۰ [للعه] تذکرۃ الاولیا۔

انھون نے فوراً تعمیل ارشاد کی مگر ڈاڑھی مین خلال کرنا بھول گئے لیکن اتنی دیر مین آپ کی زبان بند ہو چکی تھی۔ جعفر کا ہاتھ پکڑ کے خود ہی خلال کرا لیا۔ آب جو دیکھا تو بالکل ہی آخری وقت تھا۔ جعفر بے اختیار رونے لگے اور ایک آہ کے ساتھ کہا اُس شخص کا کیا کہنا جس نے مرتے دم تک آداب شریعت مین سے ایک چیز بھی نہین چھوڑی۔عــ۵

اب اس وقت کلمۂ توحید کی تلقین کرنی چاہی اور عرض کیا کہ کہیے "لا الہ الا اللہ" زبان نے اتنی یاری دی کہ فرمایا "جب غیر ہی نہین تو نفی کس کی کرون"۔ لوگون نے عرض کیا "حکم شریعت یو نہین ہے۔ آپ کلمہ پڑھیں" پھر وہی پہلا جواب دیا کہ "سلطان محبت کہتا ہے مین رشوت نہ قبول کرون گا" اس وقت کسی شخص نے زیادہ بلند آواز سے کہا کہیے "لا الہ الا اللہ" بولے "ایک مردہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہے" ایک ذرا خموشی رہی۔ اور ایک گھڑی بعد لوگون نے پوچھا "اب مزاج کیسا ہے؟" فرمایا "محبوب سے جا ملا" اور اسی فقرے پر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔عــ۶ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سنہ ۳۳۴ھ مین برس پورا ہونے کے ساتھ ہی آپ کی عمر بھی پوری ہو گئی۔ ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہونے کو دو ہی دن باقی تھے کہ جمعہ کا دن آ گیا۔ اس سال کے اندر اب دوسرا جمعہ ملنے کی امید نہ تھی لہٰذا آپ نے جمعہ کی نماز جامع مسجد مین ادا فرمائی اپنی میت اٹھانیوالی کی صورت دکھائی۔ اور دن کے ختم ہوتے ہی دنیائے بے بقا و فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے بمقابل اپنے مرشد جنید بغدادی اور دیگر مشائخ زمانہ کے بہت

عــ۵ رسالہ قشیریہ۔ ۱۸۱ عــ۶ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷

زیادہ عمر پائی۔ کیونکہ ۷۰ برس سے بغداد اور بغداد کے مقبرۂ خیزران مین دفن ہوئے[سعہ]

لوحِ تربت پر آپ کا نام جعفر بن یونس کندہ تھا[عسہ]۔ مگر اکثر علمائے سیر نے آپ کا نام دُلف بن حجدر بتایا ہے۔ ممکن ہے کہ دونون نام ہون۔ جیسا کہ ہم تمہید مین بیان کر چکے ہین۔ آپ کے مزار کی نسبت ہم یہ تو نہین بتا سکتے کہ فی الحال کس حالت مین ہے۔ اور آج کل بغداد مین قبرستان خیزران کا بھی پتہ ہے یا نہین لیکن قدیم الایام مین مدت دراز تک پتہ لگتا ہے کہ لوگ زیارت کو جاتے اور روحانی فیض و برکت حاصل کرتے تھے[سہ]

اکثر بزرگان دین اور اہل طریقت نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کو خواب مین دیکھا۔ مگر وہان بھی وہی شانِ جوش و خروش اور ذوق و شوق کے جذبات نظر آئے۔ چنانچہ ایک شخص کو خواب مین آپ کی زیارت ہوئی تو اُس نے پوچھا "آپ نے آخرت کے بازار کو کیسا پایا؟" فرمایا "بالکل بے رونق۔ سوا جلے ہوئے کلیجون اور ٹوٹے ہوئے دلون کے کچھ نہین نظر آتا۔ وجہ یہ کہ یہان تو جلے کلیجون پر مرہم رکھا جاتا ہے۔ اور شکستہ دل جوڑے جاتے ہین۔ بس اس کے سوا یہان والون کا اور کوئی کام ہی نہین"[للعہ]

ایک اور شخص نے خواب مین دیکھا۔ پوچھا "منکر نکیر سے کیونکر بنی؟" بولے "انھون نے پوچھا تیرا خدا کون ہے؟ مین نے کہا وہ جس کے حکم سے تم نے اور تمام فرشتون نے میرے باپ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا مین انھین آدم کے

[سعہ] ابن خلکان۔ جلد اول۔ ۲۲۵۔ [عسہ] نفحات الانس۔ ۱۰۲۔ [سہ] طبقات الکبریٰ ۱۳۲

[للعہ] تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۸۔

صُلب مین تھا اور تمھین دیکھ رہا تھا۔ یہ جواب سُن کے وہ بولے اِس نے تو ساری نسل آدم کی طرف سے جواب دے دیا؎"

کسی اور نے دیکھا تھا۔ پوچھا" اللہ جل شانہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

فرمایا اس نے ایسی پوچھ گچھ کی کہ مین مایوس ہوگیا تھا۔ اور مجھے کوئی امیدِ نجات نہین نظر آتی تھی۔ لیکن آخر کو جب میری یاس دیکھی تو اپنے آغوشِ رحمت مین لے لیا؎"

اسی طرح ایک اور صاحب نے آپ کو خواب مین دیکھ کے یہی سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ بولے باوجود اُن تمام دعوون کے جو مجھ سے ظاہر ہوا کرتے تھے اُس نے کسی بات کا مطالبہ و محاسبہ نہین کیا۔ لیکن ایک روز مین کہہ بیٹھا تھا اِس سے بڑھ کے کوئی نقصان نہ ہوگا کہ تو بہشت سے باز رہے اور دوزخ مین جائے۔ میرے اِس فقرے پر عتاب کیا۔ اور ارشاد فرمایا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ لوگ میرے دیدار سے محروم رہین اور محجوب ہون؎"

آپ ۲۴۷ھ مین پیدا ہوئے تھے جس سال کہ خلفاے عباسیہ مین سے المتوکل علی اللہ مارا گیا اور المنتصر نے سریرِ خلافت پر قدم رکھا۔ اور وفات ۳۳۴ھ مین ہوئی جس سال کہ المستکفی باللہ سریرِ خلافت سے اُتارا گیا۔ اور المطیع للہ نے تاجِ خلافت پہنا۔ اِس ستاسی برسون مین خلافت نے بڑے بڑے پلٹے کھائے تھے۔ آل عباس کے بارہ ہاشمی خلیفہ تخت پر بیٹھے اور اُترے بخصوص آپ کی ولادت کے زمانے مین ایسی سُرعت سے تغیرات ہو رہے تھے کہ جب تک آپ نو برس کے ہوئے ہون چار خلیفہ تخت سے جُدا کیے جا چکے تھے

؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۷۔ ؎ رسالہ قشیریہ۔ ۲۳۴۔ ؎ تذکرۃ الاولیا۔ ۲۰۸۔

اس کے بعد تخت و تاج خلافت کو ذرا استقلال حاصل ہوا تھا۔ مگر اپنے آخر زمانے میں یعنی ۳۳۳ھ اور ۳۳۴ھ میں دو عباسی تاجدار تخت سے اتارے اور کمال بے رحمی سے اندھے کیے گئے۔ اول الذکر سال میں تو یہ ہوا کہ خلیفہ المتقی للہ کشتیوں پر سوار ہو کے رقہ سے بغداد آ رہا تھا۔ سندیہ نام ایک مقام میں ٹھہر گیا اور ترکوں کا امیر اعظم توزون جسے المتقی نے امیر الامرائی کا خلعت پہنایا تھا تجدید بیعت کے بہانے سندیہ میں آ کے اس سے ملا۔ جہاں علم نام ایک عورت کی سازش سے اس نے خلیفہ کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی۔ اور اسے اندھا بنا کے المستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

توزون تو دوسرے سال یعنی ۳۳۴ھ کے شروع ہی میں مر گیا۔ لیکن اب بغداد پر معز الدولہ بن بویہ کا عمل دخل تھا جس کے آتے ہی مارے ڈر کے خود خلیفہ المستکفی چھپتا پھرتا تھا۔ خدا خدا کر کے یہ وحشت کم ہوئی۔ خلیفہ معز الدولہ سے ملا بیعت لی۔ اور اسے دوست بنا لیا۔ مگر اہل بغداد پر سب سے بڑی یہ آفت نازل تھی کہ خود معز الدولہ تو خلیفہ کا مہمان ناخواندہ بنا ہوا تھا۔ اور اس کے لشکری جبراً و قہراً رعایائے بغداد کے مہمان بنائے گئے تھے جس آفت سے بغداد والوں کو کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں اسی عورت علم نے جو اب المستکفی کی نفس ناطقہ اور دربار پر چھائی ہوئی تھی ایوان خلافت میں دیلمیوں اور ترکوں کی ایک دعوت کی۔ اس سے معز الدولہ کو یہ بدگمانی ہوئی کہ علم فوج والوں کو میرے خلاف ابھارنا چاہتی ہے۔ اس کے بعد المستکفی نے استمالت کے لیے معز الدولہ کو خود ہی بلا بھیجا۔ ۲۲ جمادی الآخر کو وہ ایوان خلافت میں آ کے شان و تمکنت سے بیٹھا۔ حاکم خراسان

کا سفیر بھی حاضرِ دربار تھا کہ یکایک دو دیلمی نقیب غُل مچاتے ہوے آئے اور [illegible] کے ہاتھ کی طرف بڑھے۔ مستکفی سمجھا کہ دست بوسی چاہتے ہین۔ آپ ہی اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اور اُنھون نے بجاے دست بوسی کے خلیفہ کو ہاتھ پکڑ کے تخت سے کھینچ کے نیچے گرا لیا۔ پھر اُسی کے عمامہ سے اُسکی گردن باندھی۔ اور معز الدولہ کے گھر مین پکڑے گئے۔ ساتھ ہی ایوان خلافت اِس طرح لوٹا گیا کہ کوئی ادنیٰ چیز بھی نہین باقی رہی۔ ابو احمد شیرازی جو مستکفی کا کاتب تھا وہ بھی قید کر لیا گیا۔ علم [illegible] جو محل خانہ کی داروغہ تھی زبان کاٹ لی گئی۔ اور مطیع للہ کے ہاتھ پر [illegible] کر کے غریب مستکفی اُس کے حوالے کر دیا گیا جس نے سنگدلی سے [illegible] سلائیان پھیر کے اندھا کر دیا۔[۵]

یہ واقعات [illegible] ہنگامہ مصیبتین اور آفتین تھین جنھین حضرت شبلی نے وفات [illegible] کیا تھا۔ مگر اُن کی لَو تو خدا سے لگی ہوئی تھی ان معاملات کا اُن پر [illegible] ہوگا۔ اور شاید اُنھون نے خیال بھی نہ کیا ہو کہ بغداد مین [illegible] ہے۔

[illegible] سلطنت اور حکومت کی باتین تھین جن سے سوا معززین سلطنت کے [illegible] کو کم دخل ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت شبلی کی وفات کا زمانہ سلطنت ہی نہین رعایا کے لیے بھی قیامت خیز اور سخت آفتون کا زمانہ تھا۔ کیونکہ [illegible] مین ایسا سخت قحط پڑا جیسا کہ اور کبھی نہین دیکھا گیا تھا۔ غذا کی [illegible] سے یہ حالت ہوگئی کہ لوگ مُردار جانورون کو کھانے لگے۔ بہت سے لوگ

---

[۵] ابن اثیر جلد ۸۔ ۱۴۸۔

کتوں اور بلیوں کو پکڑ کے کھا گئے۔ بعض لوگ اس درجے تک عسرت روزگار بنے کہ خود اپنے بچوں کو بھون کے کھاتے ہوئے پائے گئے۔ جب اور کچھ نہ ملا تو لوگوں نے کانٹے کھانا شروع کیے جس کی وجہ سے امراض اور اورام کی شدت ہوئی۔ اور ہر گلی کوچے میں موت کا بازار گرم ہو گیا۔ حتّٰی کہ مُردوں کو دفن کرنا دشوار تھا۔ لاشیں باہر پڑی سڑتیں اور کتّے اور جانور انھیں نوچ نوچ کے کھاتے۔ آخر بہت سے لوگ بغداد چھوڑ کے بصرے کی طرف چلے۔ کہ شاید وہاں اس عذاب الٰہی سے چھٹکارا ہو۔ مگر اُن میں سے اکثر تو راستے ہی میں مر گئے۔ اور جو زندہ پہونچے وہ بصرے پہونچ کے مرے۔ جان بر کوئی نہ ہو سکا۔ خلاصہ یہ کہ بغداد میں مکان اور جائدادیں ایک ایک ٹکیہ پر بک گئیں۔[ه]

معترفین کمال

باوجود اُن شدید ترین مخالفتوں بلکہ عداوتوں اور آزار رسانیوں کے جن کا ذکر ہو چکا ہے آپ کے کمالات باطنی کی خاص کرامت تھی کہ مخالفوں میں جس قدر جوشِ مخالفت بڑھتا اُس سے زیادہ زمانہ آپ کے موافق اور آپ کے فضل و کمال کا معترف ہوتا جاتا اور یہی وجہ تھی کہ ابن بشار اور ابوبکر مقری کے ایسے مستند اور مشہور زمانہ علما اختلاف و اعتراض کرنے کے لیے آئے اور جب آپ کی تقریر سُنی تو اپنے شکوک و شبہات سے باز آ کے حلقہ بگوشِ عقیدت ہو گئے جامع بغداد کے اندر جن محترم فاضل کے تلامذہ نے امتحان لینے کے طریقے

[ه] ابن اثیر جلد ۸- ۱۵۳ و ۱۵۴-

سے فقہی مسئلہ پوچھا تھا وہی آپ کی وسیع معلومات اور آپ کا تبحر علمی دیکھ کے اِس درجہ عش عش کر گئے کہ اُسی لئے معذرت خواہ ہوئے۔ اور اقرار کرلیا کہ آپ کی تقریر سے ہمین وہ باتین معلوم ہوگئین جو نہین معلوم تھین۔

وہی سلطنت جس نے مشائخ صوفیہ کو مجرم قرار دیا تھا حضرت جنید بغدادی جس کے خوف سے بظاہر فقیہ اور باطن مین شیخ باطن بنے رہتے تھے جس نے نوری کو پابزنجیر کیا جس نے خود حضرت شبلی کے دوست حسین بن منصور کو نہایت عبرت ناک طریقے سے قتل کیا اُسی کی یہ حالت تھی کہ جب یہ بیمار ہوئے تو وزیر سلطنت عیادت کو آیا۔ اور شاہی طبیب کو خلیفہ سے باضابطہ اجازت حاصل کرکے آپ کے علاج کے واسطے مامور کیا۔

دیگر ممالک اور بلاد کے مشائخ آپ کے خلاف ہوئے تو عراق کے تمام مشائخ اور ذوق یابانِ معرفت آپ کے طرفدار اور اُن کی تردید پر آمادہ ہوگئے۔

وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے جذبات کو علانیہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ اور اِس اظہا مین سچائی اور راست بازی تھی۔ یہ صرف راستبازی ہی کی برکت تھی کہ جو مسائل آپ کی زبان سے اور آپ کی صحبت فیض مین سنے جاتے چاہے کیسے ہی نئے اور انوکھے ہون اور علمائے زمانہ کو اُن سے چاہے کیسی ہی وحشت ہوتی ہو مگر آپ کی زبان سے وہ ایسے صدق اور خلوص سے نکلتے تھے کہ اپنا معجز نما اثر کر دکھاتے۔ اور دشمن کو بھی اسیر دام عقیدت کر لیتے۔

اسلام کی اشاعت مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کو خاص دخل تھا جس وقت تک آپ ایمان نہین لائے صحابہ کعبہ مین جا کے

علانیہ عبادت نہ کر سکتے۔ اور بعد [illegible] الاشہاد و اعتراف توحید کی اُنھیں جرأت ہو سکتی تھی حضرت فاروق اعظم نے دین برحق کے قبول کرتے ہی فرمایا کہ جب کفار علانیہ کفر و شرک کے رسوم کو بجا لاتے ہیں تو ہم خدائے واحد ذو الجلال کی عبادت علانیہ کیوں نہ کریں۔ اور اسی وقت جا کے کعبہ میں نماز پڑھی۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی بنیاد پڑ گئی۔

یہی شان اصول معرفت کے اظہار اور رموز حقیقت کی تبلیغ میں جناب شیخ ابو بکر شبلی سے نمایاں ہوئی آپ کے زمانے تک اصول تصوف کی تلقین خفیہ طور پر کی جاتی تھی سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اُن کے اخفا کی یہاں تک کوشش کرتے کہ دروازہ مقفل کر کے کنجی زانو کے نیچے رکھ لیتے تو زبان کھولتے۔ مگر حضرت شبلی نے شیخ و مرشد کے زمانے ہی سے اپنے خیالات و جذبات کو علانیہ ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور بعد تو تصوف کو اس قدر ترقی دی اور اُس کے مسائل مخفیہ کی اس قدر اشاعت کی کہ زمانے میں ہر طبقے لوگ اس متبرک فن کے معترف ہونے لگے۔ اور آپکی دلیرانہ کوشش نے [illegible] ایسے محققین پیدا کر دیے کہ سارے ممالک اسلام میں وحدت کے خمخانے بن گئے۔ اور جہاں دیکھیے اسی روحانی شراب کا جام چل رہا تھا۔

چنانچہ بعض متقدمین نے تسلیم کر لیا ہے کہ اصول تصوف کو پہلے حضرت ذو النون مصری نے بیان کیا جو امام دار الہجرت حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ پھر حضرت جنید بغدادی نے اُنھیں ترقی دی۔ اور اُن کو مدون و منضبط کیا۔ اور منبر پر بیٹھ کے اُن کی تبلیغ میں علانیہ آواز حضرت شیخ

ابوبکر شبلی نے بلند کی۔عہ

آپ کی یہی خیر و برکت تھی جو روز بروز آپ کی مقبولیت اور قدر و منزلت کو بڑھاتی ہی رہی۔ چنانچہ لوگون مین علی العموم مشہور تھا کہ شہر بغداد مین (جو ان دنون دنیاے اسلام کا قلب تھا) بلحاظ تصوف تین عجائبات ہین۔ (۱) اشارات یعنی رموز کے بتانے مین شبلی۔ (۲) مکاشفات مین مرتعش۔ (۳) حکایات مین جعفر خلدی۔سہ

یہ دونون بزرگ جو حضرت شبلی کے ساتھ عجائبات بغداد بتائے گئے ہین خود بھی حضرت شبلی کے کمال کے معترف تھے۔ شیخ شبلی کا نعرۂ مستانہ جس کا کئی بار ذکر آچکا ہے مشہور تھا۔ اور یہ دونون حضرات مرتعش اور خلدی نعرۂ شبلی کا لوہا مانے ہوے تھے۔ اور آپ کی تعریف مین رطب اللسان رہتے۔

چنانچہ مرتعش کا یہ قول تھا کہ عجائب بغداد تین ہین (۱) نعرۂ شبلی۔ (۲) نکتۂ مرتعش یعنی خود میرے نکات و رموز۔ (۳) حکایات خلدی۔ اور خلدی بھی اُن کے اس دعوے کی تائید مین فرماتے۔ اور اپنے وسیع تجربے کو پیش کر کے کہتے کہ "مین نے دو ہزار مشائخ دیکھے ہین۔ مگر عراق مین تین عجائبات جمع نظر آئے (۱) نعرۂ شبلی۔ (۲) نکتۂ مرتعش۔ اور (۳) حکایات میری۔"لعہ

ان دونون بزرگون نے اگرچہ حضرت شبلی کے نعرۂ مستانہ کو عجائبات بغداد و عراق مین بتایا ہے اور اس عام شہرت کی طرف نہین توجہ کی کہ ابوبکر شبلی کے

عہ ایڈورڈ براؤن۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ جلد اول۔ ۲۹۰ ممہ طبقات الکبریٰ الشعرانی ۱۲۲

سہ نفحات الانس۔ ۱۹۰ لعہ نفحات الانس۔ ۲۱۳۔

اشارات یعنی آپ کی رمز فہمی سب سے زیادہ عجیب چیز تھی۔ اُن کا نعرہ شبلی کا معروف ہونا بجا ہے کیونکہ یہ پُرجوش و پُرشور نعرہ اُن کے کانون مین گونج رہا ہوگا مگر آیات قرآنی کے معانی بتانے اور دیگر امور مین آپ جس ذہانت و طباعی سے غور کرکے نکات و حکم کا پتہ لگایا کرتے تھے وہ ہمین آپ ہی کا حصہ نظر آتا ہے

وصل مرتبۂ ارشاد و صدارت ہونے کی وجہ سے آپ کے دیگر کمالات جذب و جوش کے دامن مین اس قدر چھپ گئے تھے کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر بعض معاصرین کی اُن پر نظر نہ پڑی ہو۔ اور واقعی آپ کا جوش و خروش غیر معمولی اور ظاہر بے انتہا۔ دُنیا کی ہر ہر بات سے عبرت حاصل کرتے۔ اور عبرت کے ساتھ ہی ایسا جوش پیدا ہوتا کہ اُس کے اظہار کے وقت لوگون کو بھی از خود رفتہ کر دیتے اور خود بھی بیہوش ہو کے گر پڑتے۔

چنانچہ آپ کے بعد شیخ خرقانی جو ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے صاحب کشف صوفی تھے اکثر کہا کرتے "ابوبکر شبلی ہی تھے جو مست جیے اور مست مرے۔ اس لیے کہ مین نے عالم مکاشفہ مین اُنھین اس وضع مین دیکھا کہ میرے سامنے ہوا مین رقص کر رہے ہین عہ"

انھین امور نے آپ کے بعد لوگون کا عام خیال آپ کی طرف اس قدر رجوع کر دیا تھا کہ بعض لوگون مین آپ کے حالات کی جستجو کا توغل بے انتہا بڑھ گیا تھا۔ بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلعم کے حالات پوچھین علما سے شبلی کے حالات دریافت کرتے۔ چنانچہ شیخ ابو سعید ابو الخیر ابوالحسن مثنی سے ملنے کو آئے تو بجائے

عہ نفحات الانس۔ ۲۳۹۔

اس سے کہ کوئی حدیث یا حضرت رسالت صلعم کا کچھ حال پوچھین کہنے لگے آپنے شیخ شبلی کو دیکھا ہے۔ اُن کا کوئی واقعہ بیان کیجیے"۔ ابوالحسن شقی[عه] نے کہا "شبلی کے حالات پوچھتے ہو اور رسول مقبول صلعم کے حالات نہین پوچھتے؟" ابوسعید نے کہا "رسول اللہ صلعم کا بھی کوئی واقعہ فرمائیے" تب اُنھون نے پہلے ایک حدیث نبوی بیان کی اور اس کے بعد شبلی کا وہ واقعہ بیان کیا جس مین ایک شخص نے "وصل" کے متعلق سوال کیا تھا۔ اور شبلی کو جواب مین پُراثر تقریر کرتے کرتے اس قدر جوش آیا کہ بیہوش ہو کے گر پڑے"۔

یہ تو آپ کے بعد کا قریب تر زمانہ تھا جب تک کہ آپکے دیکھنے والے موجود تھے۔ لیکن اُس کے بعد روز بروز لوگون کے دلون مین آپ کی عقیدت بڑھتی ہی گئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ معرفت و حقیقت کے متعلق جو کتاب لکھی جاتی اُس مین آپکے اقوال و حکم سے فائدہ اُٹھایا جاتا۔ اور آپ کا نام اُسکی مقبولیت کا ایک بڑا عنصر ہوتا۔ اور پھر اِس کے بعد فارسی اور عربی کی ادبی کتابون مین بھی آپکے اخلاق و عادات اور آپ کے حکایات سے فائدہ اُٹھایا جانے لگا۔

چنانچہ بوستان مین آپ کا کمال ورع ظاہر کرنے والی ایک چھوٹی سی حکایت جو شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے تحریر فرمائی ہے ہم اِس سے پیشتر نقل کر چکے ہین۔ اس موقع پر ایک دو حکایت نقل کیے دیتے ہین جو دلچسپی سے خالی نہین[سه]۔

[عه] نفحات الانس۔ ۲۹۲ و ۲۹۳۔ [سه] یہ حکایت سفرون مین درج کرنے کے قابل تھی مگر ہماری نظر اِس پر اُسوقت پڑی جبکہ اس کتاب کا غالب حصہ مرتب ہو کے طبع ہو چکا تھا۔ اور یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ ہم ناظرین کو اُس سے محروم رکھین۔ لہذا یہین درج کیے دیتے ہین۔ اور دوسرے ایڈیشن مین سفرون کے سلسلہ مین داخل کر دی جائے گی۔

مولانا جامی نے بھی گلستان سعدی کے طرز پر ایک اخلاقی کتاب لکھی
ہے جس کا نام نگارستان رکھا ہے۔ اس میں مولانا نے ایک حکایت حضرت شیخ
ابوبکر شبلی کی زبان سے ان کے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے [illegible]
ہے کہ شیخ شبلی کہتے ہیں ایک دن میں [illegible] گھر سے نکل کے بازار
میں آیا۔ وہاں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا کہ چمکیلے کپڑے اور زیور
پہنے ہوئے [illegible] معشوق کی طرح ناز و انداز سے چل رہا ہے۔ اور ایک چھڑی
ہاتھ میں ہے۔ دوسرے دن جب قافلہ روانہ ہوا تو پیچھے وہی جوان رفتار قافلہ
میں نظر آیا۔ اور اس شان سے کہ جوتیوں میں جواہرات لگے ہوئے ہیں مرصع
دستار سر پہ ہے اور گلاب میں بسا ہوا ہے۔ گویا گلگشت چمن یا سیر بازار کے لیے
منزل عیش سے نکل کے باہر آیا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اس نوجوان کے متعلق
کوئی راز کی بات ضرور ہے۔ وہ ضرور راز سے خالی نہیں۔ یا تو کوئی شوقین ہے
جیسے لوگ بازاروں کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ یا کوئی عاشق ہے جو اپنے یار سے
ناکامیاب ہو کے [illegible] ہے پھر دیکھوں کہ کہیں کو جاتا
ہے۔ یا اور کہیں جائے گا۔ آخر مجھ سے رہا نہ گیا۔ اور میں نے اس کے پاس جا کے
پوچھا "میاں صاحبزادے تم کہاں جاؤ گے؟" بولا "مکہ کو" میں نے کہا "اس گھر
کو؟" بولا "جی ہاں اس خوب گھر نے ایک خلقت کو آوارہ کر رکھا ہے۔ اسی کی زیارت کو
میں بھی جاتا ہوں کہ دیکھوں یہ آوارہ گرد لوگ کس کے پاس جاتے ہیں۔
اس گھر میں جا کے دیکھیں گے کہ وہاں کیا تماشا ہے۔" میں نے کہا
"مگر تمہارے پاس کوئی سامان سفر ہے جسے تم ساتھ لے کے چلے ہو؟ شاید تمہیں اس صحرا

کی دشواریان نہین معلوم؟" سُن کے اُس نے یہ شعر پڑھا۔

"دوست آوارگی ہمی خواہد   رفتنِ حج بہانہ اُفتادست"

مین نے کہا "اے نازپروردہ نوجوان اِس تن پروری سے کام نہین چلے گا۔" بولا۔

من نہ باختیار خود مے روم از قفائے او   آن دو کمان عنبرین مے بردم کشان کشان

اے شبلی میرا تو اسی وضع مین نشو و نما ہوا ہے۔ اس لیے میری اِس فروگذاشت کو معاف کرو۔"

مین نے پوچھا "اچھا یہ سیب کیون سونگھ رہے ہو؟" بولا "تاکہ بلاخیز صحرا کی خونخوار بادِسموم سے نجات اور فرحت حاصل ہو۔ اِس لیے کہ مین پھولون کی خوشبو کا عادی ہو رہا ہون گو دلبرون کے ساتھ رہا ہون۔ اور دل کی کلی کِھلتی رہی ہے۔" مین نے کہا "اچھا آؤ ہم تم اِس سفر مین ساتھ اور ایک دوسرے کے ہمدرد رہین۔" بولا "خدا کی قسم یہ نہ ہوگا۔ تم خرقہ پوش مین جُرعہ نوش۔ مین خراباتی تم مناجاتی کل بھی جامِ مے گلگون اُڑا چکا ہون۔ اور اِس وقت تک خمار کا اثر باقی ہے۔ بھلا میرا تمھارا نباہ کیونکر ہوگا۔" یہ جواب سُن کے مین اُس سے جُدا ہو گیا۔ اور پھر راستے بھر اُس سے ملنے کا اتفاق نہین ہوا۔ یہان تک کہ قافلہ مکۂ معظمہ مین پہونچا۔ وہان ایک دن جبکہ بڑی سخت گرمی تھی کیا دیکھتا ہون کہ وہی نوجوان میزابِ کعبہ شریف کے پرنالے) کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ چہرہ زرد اور مُرجھایا ہوا۔ ناتوان اور بیمار۔ نہ وہ کپڑے ہین۔ نہ وہ دستار ہے۔ نہ وہ جوتیان ہین۔ مگر وہی سیب ہاتھ مین ہے۔ جسے ناک کے پاس لیجا کے سونگھتا اور یہ شعر پڑھتا ہے۔

[illegible] تمام و ثبت [illegible]

[illegible]

[illegible] من چھپا [illegible]

تو کہا تمھارا [illegible] حال [illegible] بولا [illegible]

[illegible] میں [illegible]

[illegible]

[illegible] غضب [illegible]

[illegible] کیا تو [illegible]

[illegible] کو کہا

دروازہ [illegible] اور [illegible] حرم کا [illegible]

[illegible] پایا المطلوب اس کا جواب [illegible]

[illegible] میں اس فکر میں [illegible] ہو گیا [illegible]

[illegible] مجھ سے [illegible] ہوا [illegible] نہیں [illegible]

اور [illegible] اس [illegible] سے [illegible] جاتا ہوں کہ [illegible] ہوں یا

ہوا۔ اور [illegible] کی [illegible] کہ طالب ہوں یا مطلوب [illegible] جوان [illegible]

یا کسی اور کا عاشق [illegible] فکر میں [illegible] اور اسی صدمے سے گھلا جاتا ہوں

[illegible] ہوں [illegible] کی بیماری [illegible] اس کی آہ و زاری سے میرے

دل پر [illegible] سمجھا۔ مجھے [illegible] اور اس

[illegible] ہی [illegible] کہ اس [illegible]

مین مجھے ایک دلچسپی ہے اور اس فکر مین مزہ ملنے لگا ہے۔ جب اُس نے یہ کہا تو مین اُسے چھوڑ کے چلا آیا۔ اِس کے بعد رات بھر مین مسجد حرام کے اطراف و جوانب مین مصروف عبادت[۵] ذکر رہا صبح کو جب خانۂ کعبہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ لوگ اُس شکستہ خاطر جوان کی لاش کو حطیم کے پاس سے اُٹھا کے دفن کرنے کے لیے کندھون پر لیے جاتے ہین۔ ایک محرمِ رازِ حقیقت سے اُس کی حالت پوچھی تو اُس نے یہ شعر پڑھا۔

عاشقان کشتگان معشوقند   برنیاید ز کشتگان آواز

اگلے تصانیف ہی پر موقوف نہین۔ آج تک جو کتابین تصوف اور روحانی اخلاق مین لکھی جاتی ہین اُن مین حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے اقوال و افعال سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اُٹھایا جاتا ہے۔

حِلم

آپ کے حِکم و لطائف دریائے معرفت کے وہ موتی ہین جو بہت گہرا غوطہ لگا کے نکالے گئے ہین۔ اُن سے ایک طرف تو آپ کے غرق توحید اور شناور دریائے حقیقت ہونے کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف اِس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آیات و احادیث وغیرہ مین آپ اپنی ذہانت و طبّاعی سے کیسے اچھے معنی نکال لیا کرتے تھے جو ظاہری معنون سے الگ اور اہل تصوف کے روحانی مذاق کے موافق ہوتے۔

[ع۵] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔

شیخ ابو الطاہر [illegible] گیا [illegible] مرگی کو

[illegible] اور تہذیب [illegible] اس درجہ کمال دکھایا [illegible]

[illegible]

[illegible] کی نکالی [illegible] جیسا

[illegible] سے جلال [illegible] ابو [illegible]

[illegible]

(۳) [illegible] سے آئین [illegible] عشق [illegible] کرتا ہے [illegible]

(۴) [illegible] ہوا اور [illegible] شوق ہوا تو [illegible]

(۵) [illegible] کی طرف دیکھنا [illegible] حرمت [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible] غفلت سوائے [illegible]

(۸) اول [illegible] آخر [illegible] محمد [illegible]

[illegible] اگر ہے اور دل معرفت کا [illegible]

(۹) میں اگر بادشاہ کی خدمت کرتا [illegible] کی [illegible]

(۱۰) [illegible] ایک [illegible] ہے [illegible] میں اور [illegible] میں

(۱۱) محبت کا دعویٰ [illegible] محبوب کے سوا [illegible] چیز کا [illegible]

[illegible] ساتھ [illegible] لیا ہے۔

نفحات الانس [illegible] عوارف المعارف [illegible] طبقات الکبریٰ [illegible]

رسالہ قشیریہ [illegible] ۲۲۵

(۱۱) جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ خود بلا پر عذاب کرے تو اُسے عارف کے دل مین لاتا ہو۔

(۱۲) کسی نے حق تعالیٰ کو نہین پہچانا۔ کیونکہ پہچانتا تو پھر غیر مین نہ مشغول ہوتا۔

(۱۳) علم ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ اپنی ذات سے اپنے نفس کو تمائز کرکے پہچانے۔

(۱۴) عبارت کی علم زبان ہو۔ اور اشارت معرفت کی زبان۔

(۱۵) ہمت صرف خدا کا طلب کرنا ہے۔ اور اس کے سوا جو کچھ ہے ہمت نہین۔

(۱۶) صاحب ہمت کسی چیز پر مائل نہین ہوتا۔ مگر صاحب ارادہ ہشت مائل ہوجاتا ہو

(۱۷) جمعیت کلی کو حقیقت کہتے ہین۔ اور وہ وحدانیت کی ایک صفت ہے

(۱۸) مذکور کے مشاہدے کے وقت ذکر کو بھول جانا افضل ترین ذکر ہے۔

(۱۹) حق تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا بغیر کلمہ و کلام کے ہے۔

(۲۰) صابر اہل درگاہ سے ہے۔ راضی اہل پیشگاہ سے ہے۔ اور مفوض (اپنے آپکو خدا پر چھوڑ دینے والا) اہل بیت سے ہے۔

(۲۱) صادق کی علامت یہ ہے کہ حرام کو منہ سے الگ پھینکے۔

(۲۲) اُنس یہ ہے کہ بندے کو اپنے سے وحشت ہو۔

(۲۳) جو ذکر سے اُنس رکھتا ہے وہ اُس کے برابر کب ہو سکتا ہو جو خود مذکور سے اُنس رکھتا ہو

(۲۴) ہر نعمت کے نیچے تین مکر ہین۔ اور ہر عبادت کے نیچے چھ مکر۔

(۲۵) قرب کی علامت ماسوای اللہ سے قطع کرنا ہے۔

(۲۶) جوانمردی یہ ہو کہ خلقت کی مصلحت کو تو اپنی مصلحت کے مثل ملکہ اُس سے بڑھکر چاہیے

(۲۷) بندہ جو سانس اپنے مالک حضرت جل جلالہ کی موافقت مین لیتا ہو وہ تمام عابدون کی قیامت تک کی عبادت سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(۲۸) وہ گھڑی جس میں [illegible] جو وہ گھڑی [illegible] [illegible] الحمد
[illegible] ہے [illegible] اور [illegible]
میں [illegible] کئے [illegible] ہوگا [illegible]

(۲۹) ان بزرگوں کے [illegible] کی [illegible] ہے

(۳۰) جس طرح [illegible] سے پہلے ہیں [illegible] اسی طرح [illegible] سے
محبوب حقیقی سے حجاب ان میں ہے۔

(۳۱) ایک گروہ [illegible] کے اور [illegible] کی صحبتوں میں ماوراء کے طرف پہنچ
ہو جاتے ہیں۔ اور جو کچھ کہا جاتا ہے اسے [illegible] سے [illegible] پیچھے
بیٹھے وہ [illegible] کسی [illegible] نہیں۔

(۳۲) [illegible] پرہیزگاری [illegible] ماسوی اللہ سے پرہیز کرے۔

خاتمہ

ایسے باکمال اور ایسے [illegible] معرفت تھے حضرت شیخ ابو یزید [illegible]
اور افسوس کہ ان کا ذکر یہیں ختم ہو گیا۔ اگرچہ ابھی جی نہیں بھرا۔ جی چاہتا ہے کہ
یہی ذکر ہوتا رہے اور یہ سلسلہ یونہی قائم رہے۔ کیونکہ [illegible] کو حضرت [illegible]
کے ذکر میں جو ذوق و شوق تھا اس نے خود ان کے تذکرہ میں بھی ایک مزہ
پیدا کر دیا ہے۔ اور یہی مزہ ہے جس نے اس محترم نام کو [illegible] اسلام میں
ہر دلعزیز بنا دیا۔ اور دعا ہے کہ قیامت تک یہ نام یونہی ہر دلعزیز رہے گا۔

تذکرۃ الاولیاء ۲۹۳ ۔ [illegible] ۔ رسالہ قشیریہ ۔

خاتمۃ الطبع

"سلسلۂ مشاہیر اسلام" کا یہ دوسرا نمبر معزز و محترم اور صاحب ذوق ناظرین کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہو۔ اور الحمد للہ کہ آپ ولائفین۔ ایک حضرت جنید بغدادیؒ کی اور ایک حضرت ابو بکر شبلیؒ کی شائع ہو گئین۔ جو بہت تنقید و تحقیق اور عرقریزی و جاکشی سے مرتب کی گئی ہین جنید بغدادی کے سوانح عمری کو اعلیٰ واونے طبقہ کے لوگون نے پسند کیا۔ اور بڑی خوشی کی یہ بات ہو کہ پرانے خیال کے لوگون نے تو خلعت قبولیت عطا فرمایا ہی نئی خیال والون اور نئی تعلیم پائے ہوئے نوجوانون نے بھی قدر کی

ارادہ تھا کہ اب بھی ہم کسی پرانے صوفی صافی مشرب کے حالات کی طرف توجہ کرین۔ مگر جناب شاہ [illegible] حسین سجادہ نشین درگاہ ردولی شریف کے اصرار اور بہت سے دیگر حضرات کی تاکید سے ہم نے جماعت صوفیہ سنیہ کے علما [illegible] اور حضرت شیخ ابو الحسن اشعریؒ کی لائف مرتب کرنا شروع کر دی ہو۔ دیکھی اس لائف کی بے انتہا ضرورت تھی [illegible] ساری دنیا کے اہل سنت حنفی ہون یا شافعی یا مالکی ہون یا حنبلی اصول و عقائد مین سب حضرت ابو الحسن اشعری کے پیرو ہین [illegible] مین اسلام کی جو خدمت کی ہو کسی سے نہ ہو سکی تھی۔ جب فلسفۂ یونان کا اسلام کے [illegible] تمام محدثین و فقہا سے کچھ نہین بن پڑتا تھا۔ اور عوام صراط مستقیم سے بھٹکے جاتے تھے اُسوقت ابو الحسن اشعری اٹھے اور تمام مخالفین کو پامال کر کے ملت بیضا کو سب پر غالب کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ جیسی فتح اسلام کو دیگر ادیان کے مقابلہ مین حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھون تلوار سے حاصل ہوئی تھی ویسی ہی فتح فلسفۂ یونان و بد عقیدگی کے مقابلہ مین اسلام کو ابو الحسن اشعری کے ہاتھون قلم سے حاصل ہوئی۔ یہ لائف امید ہو کہ جلد مرتب ہو کے شائع ہو جائے۔ مگر اسکا حجم [illegible] سے [illegible] بڑھتا نظر آتا ہو۔ لہذا ہم ابھی یہ نہین بتا سکتے کہ اسکی قیمت کیا ہو گی۔ تیار ہوتے ہی حسب قاعدہ اجازت ایک ہفتہ پیشتر اطلاعی کارڈ بھیج کے تمام خریداران جنید و شبلی کی خدمت مین وی۔ پی۔ بھیجی جائے گی۔

خاکسار۔ منیجر دلگداز۔